دسمبر 1996

قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہٖ فصلّی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دِلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

احتساب اور یہ قوم!

شکر ہے ایک عذاب تو سر سے اترا۔ چاہے وقتی سہی۔ کیونکہ ہم ہر حال میں شاکر رہنے والے لوگ ہیں۔ اور اب تین ماہ بعد اگلے عذاب کے نازل ہونے کے انتظار میں بھی شاکر ہی رہیں گے۔ اور جب اس اترنے والے عذاب سے بد تر عذاب نازل ہوگا تب بھی ہم شاکر رہیں گے۔ کیونکہ ہماری نصف صدی کی تاریخ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ ہر عذاب سر سے اترنے والے عذاب سے بد تر' زیادہ تکلیف دہ اور تباہ کن رہا ہے۔ لیکن ہم پھر بھی شاکر ہی رہے ہیں۔ صرف گذشتہ چھ سال ہی کو لیجئے یہ کھیل اسی انداز میں چار مرتبہ کھیلا گیا۔ جو اترا وہی پھر نازل ہوا جو کچھ پہلی مرتبہ وہ نہ کر سکے دوسری مرتبہ جی بھر کر قوم کی چمڑی ایسی ادھیڑی کہ یہ بے زبان قوم درد سے چیخ اٹھی یہی عمل پھر دھرایا جارہا ہے۔

جمہوریت نے ہمیں ایک نعمت سے نوازا ہے جسے عرف عام میں الیکشن یا انتخابات کہتے ہیں جس میں اب صاف اور شفاف کی صفات شامل کرلی گئی ہیں جس کا مطلب ہے کہ جب بدکار' بداعمال' راشی' قاتل رسہ گیر اور قوم کو تباہ کرنے والے سیاستدان اور حکمران اس عمل میں سے گذرتے ہیں تو ان کا کردار صاف اور شفاف ہو جاتا ہے۔ ان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ان کے کردار میں معصومیت' پاکیزگی' اور حکمرانوں کے تمام سیاسی گناہ دھو ڈالتا ہے اور ان کو پھر سے قوم پر حکمرانی کی اہلیت سے نواز دیتا ہے۔

غلام اسحاق کے بعد صدر فاروق لغاری بھی اس حکمران ٹولے کی سیاہ کاریوں سے لرز اٹھے اس لئے ان کو پھر سے صاف اور شفات کی صفات کے حصول کے لئے ایک مرتبہ پھر یہ فریضہ حج ادا کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔

یہ جو قاضی صاحب' عمران خان صاحب اور الاخوان کے محمد اکرم اعوان صاحب انتخاب سے پہلے احتساب کا نعرہ لگا رہے ہیں یہ بڑا ظلم ڈھا رہے ہیں کہ اس سیاسی حج کی راہ میں رکاوٹ بننا چاہتے ہیں۔ جاگیرداروں کے اس وطن پاک میں جس طرح کا احتساب یہ حضرات چاہتے ہیں۔ اس سے تو ہمارے حکمرانوں سیاستدانوں اور جاگیرداروں کے انسانی حقوق پامال ہونے کا اندیشہ ہے جب تک صرف یہی لوگ اس ملک کے انسانوں کی فہرست پر ہونگے کوئی ایسا احتساب نہیں ہوگا۔

ہم اس ملک کے وہ عوام ہیں جو ایسے دانشوروں' فلاسفروں' اور علماء سے محروم ہیں جو عوام کے درد اور مسائل سمجھ سکتے ہوں اور ان مسائل کا حل سوچ سکتے ہوں ہم پاکستان کے وہ عوام ہیں جو ایسے لیڈروں اور رہنماؤں سے محروم ہیں جو مخلص ہوں نڈر ہوں اور قوم کی زبان بول سکتے ہوں ایسی عوام کے ساتھ زیادتی کرنے والے حکمرانوں کا احتساب اسی سٹائل کا ہوگا جو جناب غلام اسحاق خان صاحب پہلے کر چکے ہیں۔ پاکستان کے بے زبان عوام کے لئے صدر کا فرمان جاری ہو چکا ہے۔ کہ گناہ گار حکمرانوں اور سیاستدانوں کے لئے ان کے گناہوں کی معافی کا جشن 3 فروری کو دھوم دھام سے منعقد ہوگا ڈھول بجیں گے' بھنگڑے پڑیں گے' مجرے ہونگے سیاسی حاجیوں کو ہار پہنائے جائیں گے بڑے بڑے جلوس نکلیں گے' فتح کے شادمانے بجیں گے فاتح ٹولے کو ایک بار پھر صدر صاحب تخت پیش کریں گے۔ تاج پوشی ہوگی عہد وفا کے حلف ہونگے اور پھر سے جمہوریت کی قربان گاہ پر اے عوام پاکستان! تمہیں اور تمہاری اولادوں کو ذبح کرنے کا مقدس فریضہ شروع ہوگا۔

تاج رحیم

ابھی ورنہ پھر کبھی نہیں

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

میرے خیال میں کوئی ایسا ذی شعور نہیں جو یہ دیکھ نہ رہا ہو کہ وطن عزیز میں حق و باطل' بدی اور نیکی اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہی ہے اور یہ ایسا موقعہ اور ایسی صورت حال ہے کہ اگر خدانخواستہ نیکی کی قوتیں مغلوب ہو جائیں تو پھر شاید مدتوں اس زمین پر بدی کو للکارنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ ایک انگریزی محاورہ ہے۔ جس کا اردو ترجمہ کیا جاتا ہے ابھی یا پھر کبھی نہیں دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اسلامی ریاستیں مٹائیں گئیں۔ مٹ گئیں اور مختلف تبدیلیاں آئیں تبدیلیوں کے مختلف درجے تھے۔ مثلاً" کافر طاقتوں نے غالب آ کر ہسپانیہ مسلمانوں سے مکمل خالی کرا دیا یا شہید کر دیئے گئے یا ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے یا عیسائی بنا دیئے گئے۔ صدیاں بیت گئیں ابھی تک وہاں کوئی اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی اور مستقبل قریب میں کوئی اس کا امکان نظر نہیں آتا۔ ایک زمانہ تھا جب ترکان عثمانی نے ایشیا اور یورپ دونوں طرف اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔ حرمین کی خدمت ان کے ذمے تھی۔ عرب پر بھی ان کے گورنر تھے۔ مکہ میں جو گورنر ہوتا تھا اسی کو شریف مکہ کہتے تھے ایک ایک نقش جو یادگار تھا نبی رحمت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کا یا صحابہ کرام کا انہوں نے محفوظ کر رکھا تھا۔ حرم بیت اللہ کے گرد آپ کو جو پتھروں کی پرانی عمارت نظر آتی ہے یہ ترکان عثمانی کی تعمیر ہے سازش کی گئی۔ یورپین طاقتور نے سازش کی اور بالاخر مصطفےٰ کمال کے ہاتھوں سلطان عبدالحمید کی حکومت کا خاتمہ کروا کر ایسی بے دین ریاست کی بنیاد رکھی جو نام کی مسلمان تھی۔ مگر اس میں کلمہ پڑھنا منع تھا۔ اذان کہنا منع تھا۔ داڑھی رکھنا منع تھا۔ نماز عربی میں ادا کرنا منع تھا کہ اگر کوئی نماز پڑھنا ہی چاہتا ہے تو وہ ترکی میں پڑھے۔ پون صدی بیت جانے کے بعد دو نسلیں گزر جانے کے بعد اب انہیں پھر احساس ہونا شروع ہوا کہ ہمارے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہم تو مسلمان ہیں اور ہمیں مسلمان ہونا چاہئے اور گزشتہ چند برسوں سے پندرہ یا بیس برسوں سے کچھ ترک دو چار دس حج پر آنے شروع ہوئے۔ اب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے پھر کچھ تعمیرات حرم میں ترک کے کاریگر جو ہیں وہ آئے اب ایک سیاسی جماعت بنی۔ اب ان کے کچھ اقتدار میں بھی حصہ داری ہو گئی لیکن انہیں بھی اسلام پسند کہا جاتا ہے سو فی صد اسلام پر عمل کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ اسلام پسندی کی حد تک۔ صرف یہی نہیں اب اگر ہم مثالیں تلاش کرنے لگیں تو تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

ہمارے سامنے برصغیر کی وسیع سرزمین ہے۔ جس پر کابل سے لے کر بنگالہ تک اذانیں گونجا کرتی تھیں۔ ہمالہ سے دکن تک ہندوؤں کی مائیں بھی جب وقت بتاتی تھیں تو کہتی تھیں جب میاں اذان دے گا اس وقت جانا اس وقت چلنا یعنی اوقات کی تعین اذانوں سے ہوتی تھی گھڑیوں سے نہیں۔ ہم خوش ہیں یا ہمارے بزرگ خوش تھے یا ہماری سیاسی پارٹیاں نعرے لگاتی ہم نے ملک آزاد کر لیا لیکن اگر یہ دیکھا جائے کہ ہمالہ سے لے کر دکن تک اور واہگہ سے لے کر کلکتے تک یہ پوری زمین سے ہم دستبردار ہو گئے۔ مساجد ویران ہو گئیں۔ مسلمانوں کا جینا حرام ہو گیا۔ اذانوں کی آواز بند ہو گئی تو کتنا

وسیع ملک ہم نے ویران کر دیا۔ کیا یہ آسانی سے فتح ہوا تھا یہاں جنہوں نے مساجد تعمیر کیں۔

انہوں نے آرام سے جا کر کاریگر لگا کر تعمیر کر دیں تھیں۔ پتہ نہیں وہ کس سرزمین پر پیدا ہوئے اور گھوڑوں کی پیٹھ پر سفر کر کے یہاں آئے اور یہاں کی خاک و خون میں شہید ہو کر دفن ہو گئے۔ صحابہ کے عہد سے لے کر مغلوں کے عہد تک مسلمان بار بار اس سرزمین پر آتے رہے۔ بار بار یہ مسلمانوں کے زیر اثر آئی اور میں نے کشمیر کے بارڈر سے لے کر سندھ کے بارڈر تک اس وسیع لمبے بارڈر کا سفر کیا ہے۔ جب طلوع فجر کا وقت قریب آتا ہے تو آپ کو سپیکر پر ہندوؤں کے بھجن سنائی دیتے ہیں۔ اذان سنائی نہیں دیتی۔ اس قیمت پہ کوئی اندازہ ہی نہیں کرتا کہ ہم نے یہ قیمت بھی دی ہے۔ ممالک کا لینا آسان نہیں ہوتا۔ کسی ملک سے ایک انچ زمین لینا بھی آسانی نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں وہ کون لوگ تھے۔ جنہوں نے دنیا کو تہہ و بالا کر دیا۔ پھر جو عہد اب آیا ہے۔ اس عہد کی جنگ۔ اس عہد کی لڑائی بھی کچھ اور سی ہو گئی ہے۔ یہ عہد علمی تسلط کا ہے۔ ذہنی تسلط کا ہے اور اقتصادی تسلط کا ہے۔ بیشک کوئی ملک اپنا نام رکھے لیکن اقتصادیات میں جس کا محتاج ہو گا اس کا غلام ہے۔ بیشک کوئی ملک اپنے آپ کو آزاد کہتا رہے لیکن وہ اپنے تصورات میں اپنے نظریات میں جس سے مار کھا جائے گا اس کا غلام ہے۔ اب ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں وہ بقا کی جنگ ہے۔ ہمارے معاشی اور اقتصادی نظام دو سو فی صد مغرب کا غلام ہے۔ سو فی صد نہیں دو سو فی صد چار سو فی صد۔ ہمارے اپنے سکے کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہم اپنا سکہ اپنی مرضی سے نہیں چلا سکتے بلکہ مغرب کا سکہ تھوڑا سا موٹا ہوتا ہے اور یہ تھوڑا سا کمزور پڑ جاتا ہے۔ جتنی جگہ وہ پھیلتا ہے۔ اتنی جگہ ہمارا سکہ اس کے لئے خالی کر دیتا ہے۔ ارباب اختیار جو اس ملک پہ حکمران میں وہ پیپلز پارٹی کے ہوں یا مسلم لیگ کے ہوں یا کسی اور جماعت کے ہوں تمام جماعتوں کے پاس وہ لوگ ہیں جو پیدا بھی عموماً" باہر

جماعتوں کے پاس وہ لوگ ہیں جو پیدا بھی عموماً" باہر ہوتے ہیں اور اگر باہر نہ ہوں تو انگریزی طریقے پر ہسپتالوں میں ضرور پیدا ہوتے ہیں کوئی دیسی طریقے پر پیدا ہونے والا بندہ اقتدار میں نہیں جا سکتا۔ پڑھتے بھی ملک کے عام سکولوں میں نہیں ہیں کوئی بھی ان سکولوں کا پڑھا ہوا وہاں نہیں جا سکتا۔ پڑھنے کے لئے بھی ملک میں بھی ایچیسن لیول کی علیحدہ درس گاہیں ہیں اور عموماً" ملک سے باہر کی درسگاہوں میں پڑھتے ہیں پیدا ہوتے ہی غیر ملکی دودھ پیتے ہیں مائیں عموماً" دودھ نہیں دیتی اور اگر مائیں دیں تو وہ بھی غیر ملکی وٹامنز اور غذائیں کھا کر دیتی ہیں۔

اس دیسی ساگ پاگ کا دودھ انہیں ہضم نہیں ہوتا نہ انہیں نصیب ہوتا ہے۔ اس ملک کے ہسپتالوں میں وہ علاج نہیں کراتے۔ اس ملک کی بنی ہوئی دواء نہیں کھاتے اس ملک کی بنی ہوئی گاڑی میں سفر نہیں کرتے اور اوپر چلے جائیں تو پینے کے لئے پانی بھی باہر سے منگواتے ہیں اور ایسے حکمران بھی ہیں جب مر جائیں تو وصیت کرتے ہیں میری لاش فلاں باہر کے ملک جا کر دفن کرنا پھر وہ سرکاری جہازوں پر لاد کر جاتی ہے۔ کیا یہ بات آپ کو عجیب نہیں لگتی کہ یہاں صرف حکومت کرتے ہیں باقی کوئی رشتہ اس زمین سے پیدا ہونے کا مرنے کا دفن ہونے تک کا رہنے کا نہیں ہوتا اب اگر ان سے یہ شکوہ کیا جائے کہ انہیں ملک کے مسائل سے دلچسپی نہیں تو شکوہ بے جا ہو گا انہیں دلچسپی ہو تو بھی جانتے نہیں کہ ملک کے مسائل کیا ہیں۔ چونکہ انہیں کسی مسئلے سے سابقہ ہی نہیں پڑتا۔ واسطہ نہیں پڑتا انہیں کیا خبر کیا مسائل ہیں اگر انہیں ہسپتالوں میں ارباب اختیار کا بھی علاج ہو۔ اگر انہی سکولوں میں ان کے بچے بھی پڑھیں اگر انہی گاڑیوں پر ان کے بھی اہل خانہ سفر کریں تو ہر چیز درست ہو جائے انہیں پتہ ہو یہاں کیا کیا خرابی ہے کیا کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ صحیح ہونا چاہئے۔ اب اس سارے مرض کا علاج یہ نہیں ہے کہ حکومت مجھے مل جائے۔ فلاں کو مل جائے۔ اب ہم کہتے ہیں جی پیپلز پارٹی کو نکال دو لیکن جب اقتدار مسلم

لیگ کے پاس تھا پیپلز پارٹی سے پہلے تو میرے خیال میں اب سے زیادہ لوگ بے زار تھے۔ اب زرداری صاحب کی شکایت آتی ہے تب شہباز شریف کو کہتے تھے بوریاں بھر کے نوٹوں کی لیتا ہے۔ رب جانے کون سچا ہے کون جھوٹا ہے لیکن حالات تب بھی ایسے تھے۔ ظلم تب بھی اسی طرح ہوتا تھا۔ پلاٹ تب بھی اسی طرح بانٹے جاتے تھے۔ ملازمتیں تب بھی حکومت کے حکمرانوں کے چہیتوں کو ملتی تھیں اور باقی جو نظام تھا تب بھی ایسا ہی تھا۔ اس کا علاج فلاں کی حکومت نہیں ہے۔ یہ نظریات کی جنگ ہے اور اس کا علاج برائی کے مقابلے میں نیکی کا اقتدار ہے۔ ظلم کے مقابلے میں انصاف کو آگے لانے کی بات ہے۔ باطل کے مقابلے میں حق کو آگے لانے کی بات ہے اور یہ کام وہ لوگ کیا کرتے ہیں جو اپنے ذاتی مفادات سے اوپر چلے جاتے

اور لوگوں میں اتنا احساس بھی نہیں ہے کہ ہم اگر ادارے کی طرف سے کسی کو اسمبلی میں بھیجنا جائیں تو لوگ اسے ووٹ دے دیں گے نہیں امید۔ اس کے باوجود یورپ کے سارے جرائد ورسائل دیکھ لو امریکہ کے اخبار دیکھو۔ روس کا ریڈ سٹار دیکھو تو اس میں یہ ساری باتیں جو آپ سے کر رہا ہوں۔ اصل خطرناک باتیں یہ ہیں۔ یعنی اس حد تک انہوں نے دھیان رکھا ہوا ہے اب اگر ایک آدمی جو اسمبلی میں بھی نہیں ہے۔ جس کا سیاست میں کوئی اثر نہیں اس تک ان کی نگاہ اتنی ہے جو اسمبلیوں میں ہیں۔ جن کے ساتھ جلوس ہیں یا سیاسی اثر رکھتے ہیں۔ ان پر ان کی کتنی نگرانی یا کتنا دھیان رکھا ہوا ہے۔ آخر کیوں کیا انہیں یہ خطرہ ہے کہ یہ چھوٹے سے ادارے سے یا ان باتوں سے اٹھ کر کوئی امریکہ روس کو فتح کرلے گا۔ یا یورپ کو

> یہ نظریات کی جنگ ہے اور اس کا علاج برائی کے مقابلے میں نیکی کا اقتدار ہے۔ ظلم کے مقابلے میں انصاف کو آگے لانے کی بات ہے۔ باطل کے مقابلے میں حق کو آگے لانے کی بات ہے اور یہ کام وہ لوگ کیا کرتے ہیں جو اپنے ذاتی مفادات سے اوپر چلے جاتے ہیں۔

ہیں۔ جنہیں یہ فکر نہیں ہوتی کہ میرا کیا ہوگا۔ میرے مفادات کا کیا ہوگا میری اولاد کا کیا ہوگا وہ کہتے ہیں ایک دفعہ نیکی غالب آجائے میری اولاد کو بھی نیک ثمرات پہنچیں گے، نیکی غالب آجائے تو میرے مسائل بھی حق کے مطابق حل ہوں گے۔ نیکی غالب آجائے تو میرا حصہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گا اور شاید ہمیں اتنا احساس نہیں ہے جتنا باطل قوتوں کو ہے طاغوتی طاقتوں نے ایک ایک فرد کو اپنی نگاہ میں رکھا ہوا ہے۔ ایک ایک بات جو میں آپ سے کر رہا ہوں۔ یہ بات امریکہ اور ایشیائی ایجنسی تک جائے گی۔ یہ کتنی عجیب بات ہے اس دار العرفان کی سیاسی محاذ پر مجھے کوئی اہمیت نظر نہیں آتی ہم اگر چاہیں بھی تو ہم دارالعرفان کی طرف سے ایک ایم پی اے ایک ایم این اے کھڑا کر کے نہیں جتوا سکتے اور ہماری اتنی Say بھی نہیں ہے

فتح کرے گا۔ ایسا کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا ہے نا اب نظریات کی جنگ ہے اقتصادیات کی، معاشیات اور نظریات کی اور سب سے جو حساس نقطہ ہے وہ ہے نظریات کفر کی یہ مجبوری ہے۔ یورپ امریکہ یہ سارا کفر مل کر اپنے لوگوں کو اب روک نہیں سکتا۔ یعنی وہ دل لبھانے کے لئے ایک نئی چیز تلاش کرتے رہیں لیکن اب ان کے آگے جسے کہتے ہیں ناکہ بالکل دیوار آگئی ہے۔

آگے کچھ بھی نہیں۔ برائی، جھوٹ، دھوکہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اس سے آگے کچھ نظر نہیں آتا اب ان کے لوگ پریشان ہیں۔ امریکہ میں لوگوں نے کوئی لمحہ سکون تلاش کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ایسی آبادیاں ایسے شہر بن گئے ہیں جہاں کی آبادی نہ وہاں مکان ہے نہ وہاں سڑک ہے

نہ وہاں راستہ ہے نہ کسی کے پاس برتن ہے نہ کسی کے پاس لباس ہے۔ حتی کہ پولیس بھی بے لباس ہے کمر سے پیٹی اور ڈنڈا لٹک رہا ہے۔ پتہ چلتا ہے پولیس کا بندہ ہے کوئی کپڑا نہیں یہ کیا تماشہ ہے شائد اس طرح سکون مل جائے کوئی لمحہ زندگی میں ڈر' خوف' ہیبت کوئی سانس اطمینان کا شائد سب کچھ چھوڑ کر مل جائے لیکن نہیں یہاں آپ نے دیکھا ہے۔ بیشتر ہیروئن پیتے پھرتے ہیں۔ پریشان حال بال پریشان کپڑے پھٹے کیوں شائد کوئی لمحہ سکون کا مل جائے۔ سکون نہیں ملتا اب ان سب کی نظر ان سب خرافات کو چھوڑ کر اسلام پر پڑتی ہے۔ اب تو دنیا ایک گھر بن گئی ہے۔ حج ہوتا ہے تو پوری دنیا میں نظر آتا ہے۔ عمرہ ہوتا ہے تو پوری دنیا میں نظر آتا ہے۔ حرمین کی نمازیں ہوتی ہیں تو پوری دنیا میں نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں کے اجتماعات ہوتے ہیں تو پوری دنیا میں نظر آتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں یہ کتنے مزے سے اتنے لاکھ لوگ ہیں کوئی افراتفری نہیں کوئی شور شرابا نہیں۔ کتنے مزے کتنے سکون سے ہیں یہ آخر کیا ہے؟ اسے دیکھیں اگر ادھر سکون ہے تو پھر ادھر جانا چاہئے سو کفر کی مصیبت یہ ہے کہ اگر آج روئے زمین پر ایک بھی اسلامی ریاست بن جائے جس کا نظام واقعی شرعی ہو جائے۔ کابل میں ہی بن جائے۔ طالبان ہی کامیاب ہو جائیں اور یہ جنگ ختم ہو جائے اور یہ سب جماعتیں متفق ہو کر اسلامی ریاست کابل میں ہی بنالیں تو یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے میں دیر نہیں لگتی اور اتنے لوگ مسلمان ہو جائیں گے کہ وہ حکومتیں از خود اسلامی ہو جائے گی یہاں سے کسی کو فوج چڑھا کر لے جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ذہن فتح ہو جائیں گے۔ نظریات فتح ہو جائیں گے لوگ بدل جائیں گے اور ساٹھ' ستر فیصد لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ حکومت اسلامی بن جائے گی۔ یہ وہ خطرہ ہے جس کی پیش بندی کے لئے امریکہ الجزائر میں بھی لڑتا ہے۔ جس کی پیش بندی کے لئے فلسطین میں بھی لڑتا ہے۔ جس کی پیش بندی کے لئے امریکہ ہر جگہ مداخلت کرتا ہے جس کی پیش بندی کے لئے امریکہ کابل میں اسلامی ریاست نہیں بننے دیتا۔ جس کی پیش بندی کے لئے امریکہ پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ میں مداخلت کرتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے دکھ اس بات کا ہے کہ جو تجزیہ کفار نے کر لیا ہے اس تجزیے تک ہمارے دین داروں کے ذہن کیوں نہیں پہنچے۔ یعنی کفر تو اجتماعی زندگی کی فکر کر رہا ہے۔ پوری کافر دنیا کو اپنے کفر کی بقا کی فکر ہے اور ہمارا مسلمان اکیلا اکیلا جنت کا راہی ہے۔ ہر بندہ یہ چاہتا ہے مجھے کوئی وظیفہ مل جائے میں جنت چلا جاؤں اور بات ختم یعنی اس عہد کا کافر اجتماعی فکر کرتا ہے کہ اجتماعی طور پر عالم کفر پر کوئی زد نہ آئے اور کتنی عجیب بات ہے کہ مومن انفرادی فکر میں ہے حالانکہ اسلام تو دین ہی اجتماعی ہے انسانیت کا دین ہے اور مومن کے ذمے ہے کہ پوری انسانیت کی بہتری کی اور پوری انسانیت پر سے ظلم روکنے کی اور احقاق حق کی۔ **اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر و تومنون بالله** ایمان باللہ کا تقاضا ہی یہ ہے کہ نوع انسانی پر سے ظلم کی گرفت ہٹائی جائے۔ نوع انسانی کو نیکی کی تعلیم دی جائے۔ نیکی کا حکم دیا جائے۔ نوع انسانی کی فکر کی جائے ہم ذاتیات میں الجھ گئے ہیں۔ اگر ایک جماعت محنت کرتی بھی ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ جماعت اسلامی کا جلوس ہے انہیں نمٹنے دو ہر ایک اپنے اپنے مفادات۔ اپنی اپنی ذات میں پھنسا ہوا ہے نہ وہ میدان میں جانے والا کسی سے مشورہ ضروری سمجھتا ہے اور نہ ہی دوسرا کوئی اس کا ساتھ دینا ضروری سمجھتا ہے۔ ہمیں سب سے مشکل بات یہ نظر آ رہی ہے کہ ہم اپنے دینی رہنماؤں کو مذہبی رہنماؤں کو کس طرح ایک جگہ پہ جمع کریں کہ ایک دینی قوت بن جائے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ دنیا بھر کے کافر متفق ہیں اسلام کے مقابلے میں اور مسلمان اگر دس افراد ہیں تو دس جماعتیں ہیں۔ دس سوچیں ہیں دس طرح کے فکر ہیں۔ دس طرح کا طریقہ کار ہے اور وہ یکجا ہو نہیں پا رہے۔ یہ بات آج کی نہیں ہے۔ اگر آپ

صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کے عہد کی تاریخ پڑھیں تو نورالدین زنگی سے لے کر صلاح الدین ایوبی تک تو بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے اتنی جنگیں عیسائیوں سے نہیں لڑی گئیں جتنی نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کو مسلمانوں سے لڑنا پڑیں۔

یہ عام لوگ نہیں تھے۔ نورالدین زنگی اپنے عہد کا وہ حکمران تھا جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہ راست حکم دیا یہ تاریخ کا حصہ ہے۔ سازش کی زنگیوں نے یہودیوں نے اہل مغرب نے کہ روضہ اطہر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر نکال لیا جائے۔ اس کے لئے انہوں نے دو مانے

الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا کہ نور الدین تیری قلمرو میں یہ دو کتے مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ حرمین پر انہی کا قبضہ تھا انہی کی حکومت تھی۔ بات سمجھ نہیں آئی علماء سے پوچھا ان کی سمجھ میں بھی بات نہیں آئی۔ لیکن دوسری رات پھر اس نے دیکھا نبی علیہ الصلوٰۃ السلام فرمارہے ہیں۔ میں تجھے حکم دے رہا ہوں اور تو تعبیریں پوچھتا پھرتا ہے۔ پھر بھی اسے سمجھ نہیں آئی تیسری رات پھر حضور نے حکم دیا اور وہ بندے دکھائے کہ دیکھ لو یہ دو شکلیں ہیں۔ یہ دو بندے ہیں۔ یہ دو کتے ہیں اور یہ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ اس نے تعبیریں چھوڑ دیں۔ شاہی دستے کو لے کر روانہ ہو گیا۔ عام حالات میں تین مہینے کی

آج روئے زمین پر ایک بھی اسلامی ریاست بن جائے جس کا نظام واقعی شرعی ہو جائے۔ کابل میں ہی بن جائے۔ طالبان ہی کامیاب ہو جائیں اور یہ جنگ ختم ہو جائے اور یہ سب جماعتیں متفق ہو کر اسلامی ریاست کابل میں ہی بنالیں تو یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے میں دیر نہیں لگتی اور اتنے لوگ مسلمان ہو جائیں گے کہ وہ حکومتیں از خود اسلامی ہو جائے گی یہاں سے کسی کو فوج چڑھا کر لے جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ذہن فتح ہو جائیں گے۔

ہوئے چھٹے ہوئے جاسوس مقرر کئے جنہوں نے اسلام کو قبول کیا۔ مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی کسی سے کچھ لیتے نہیں تھے۔ سارا دن مشکیزوں سے پانی بھر کر بیٹھ پر لاد کر حاجیوں کو پلاتے تھے اور بڑے نیک اور پارسا گلی کے اس پار انہوں نے کرائے پر رہائش کے لئے مکان خرید لیا۔ اس مین وہ رہتے تھے سارا دن مشکیزوں پر لوگوں کو پانی پلاتے اور رات بھر اندر سے غار لگاتے قبر اطہر کی طرف اور انہی مشکیزوں میں بھر کر مٹی لے جاتے اور وہ باہر پھینک کر پانی کے مشکیزے بھر کے پھر لے آتے۔ چونکہ ہر وقت مشکیزہ اٹھا کر رکھتے کوئی پرواہ نہیں رکھتا تھا۔ نورالدین زنگی نے خواب میں دیکھا مصر میں تھا۔ نبی علیہ

مسافت تھی مصر سے مدینہ منورہ تک جسے نورالدین زنگی نے سولہ دنوں میں طے کیا۔ رات دن پوری رفتار سے گھوڑے دوڑاتا ہوا سولہویں دن مدینہ منورہ پہنچ چکا اور اس نے حکم دے دیا کہ شہر میں جتنے لوگ موجود ہیں کوئی شخص شہر سے باہر نہیں جائے گا۔ ہر شخص کی میں خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ مدینے کے باسیوں کی۔ ہر شخص ذاتی طور پر مجھے ملے گا اور اپنے حصے کا انعام وصول کرے گا۔ لاکھوں دراہم اس نے تقسیم کر دیئے۔ بندوں کی تلاش کرنے کے لئے اور ذاتی طور پر ایک ایک فرد کو اپنے سامنے سے گزارا۔ وہ شکلیں نظر نہ آئیں تو سلطان نے پوچھا کیا سب بندے ختم ہو گئے ہیں۔ تلاش کرو کچھ

لوگ رہ گئے ہیں تو پتہ چلا دو مغربی ہیں انہیں دنیا سے کوئی لینا دینا نہیں۔ سارا دن حاجیوں کو پانی پلاتے اور ساری رات عبادت کرتے ہیں۔ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے کہ ہمیں سلطان و امیر سے کیا لینا ہے۔ حکم دیا لے آؤ لائے گئے تو وہی دو تھے گرفتار کر لئے ان کے مکان پر سلطان خود گیا فرش پر چلا تو نیچے جہاں سوراخ تھا اوپر تختہ تھا نیچے قالین ڈالا ہوا تھا۔ قالین کے نیچے بھٹہ۔ پاؤں سے نیچے ہٹایا گیا تو روضہ اطہر کی دیوار کو وہ سرنگ چھو رہی تھی۔ یہ جو جالی اطہر آپ آج دیکھتے ہیں یہ نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے بنوائی تھی نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے روضہ اطہر کے گرد اگرد کھدائی کرائی اس حد تک کرائی کے نیچے پانی آگیا پانی کی سطح تک پہنچ کر سیسہ پلوایا زمین تک سات دھاتیں ملا کر سیسہ بنوایا جاتا ہے سونا' چاندی' لوہا' تانبا ساری سات دھاتیں ملتی ہیں اس سیسہ کہتے ہیں وہ کسی اوزار سے کاٹا نہیں جاسکتا۔ نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے پانی کی سطح سے لے کر اوپر تک سیدنا فاروق اعظمؓ کے پائے مبارک جو تھے وہ روضہ اطہر حجرہ مبارک کی دیوار کے باہر کے پتھر تک تھے نبی علیہ السلام کی قبر اطہر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک حضور کے دوش مبارک کے برابر ہے۔ قبر نیچے کر دی گئی۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک ابوبکر صدیق کے دوش مبارک کے برابر ہے تو جب قبر بنائی گئی سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی طویل القامت اور پتلے دبلے جوان تھے اور فاروق اعظمؓ طویل القامت اور مضبوط آدمی تھے تو آپ کے پاؤں مبارک دیوار میں چلے گئے۔ پائے مبارک کے لئے چونکہ سرہانے کو تو قبر کھسکائی نہیں جاسکتی تھی پائنتی کو دیوار ہٹا کر۔ بنیاد ہٹا کر اس میں تو نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے روضہ اطہر کی دیوار کے باہر کھدائی کرائی تو فاروق اعظم کے پاؤں مبارک نظر آتے تھے تو انہوں نے خوشبودار گھاس ہوتی ہے اس میں پائے مبارک لپیٹ کر اوپر سے قبر بند کرا کے یہ جو جالی آج نظر آتی ہے سلطان نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے بنوائی تھی زمین کے برابر اوپر گاڑ کے لوہے کی جالی بنوا دی ابھی تک وہی ہے اور انہوں نے عبرتناک سزا دیکر واصل جہنم کیا۔ یہ کوئی عام لوگ نہیں تھے۔ تخت شاہی پر بھی بندے میں اتنا تقدس اتنا ورع تقویٰ اتنی نیکی موجود تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خدمت کے لئے ذاتی طور پر حکم دیا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ خواب میں زیارت ہونا اور بات ہے خوابوں کے تعبیر اور بات ہے اور برائے راست واقعات کے مطابق حکم دینا اور پھر حکم پر عملد درآمد اور ہونا یہ اور بات ہے یہ وہ بات نہیں ہے جیسے عام خواب میں زیارت ہو جائے پتہ نہیں کون سے انوارات تھے کون سی تجلی تھی حضور ذاتی طور پر وہاں مخاطب تھے یا نہیں تھے وہ تو کوئی اس کی توثیق نہیں ہو سکتی یہاں تو مزے کی بات یہ ہے کہ حضور ہی خطاب فرما رہے تھے۔ حکم دے رہے تھے ان کا راستہ بھی عیسائیوں نے مسلمانوں سے رکوایا اور پچیس تیس برس ان کے جو ضائع ہوئے سلطان نورالدین زنگی دنیا سے چلے گئے ان کے بیٹے کو ساز باز کر کے گمراہ کر لیا اور اس کی بیوی نے صلاح الدین ایوبی کو جو ایک جرنیل تھے۔ ان کے ملازم تھے سلطان کی بیوہ نے حکم دیا کہ میرے بیٹے کے خلاف بغاوت کر دو اور حکومت سنبھال لو۔ یہ عیسائیوں سے مل گیا ہے اور باپ کے مشن سے ہٹ گیا ہے۔ ان حالات کا مقابلہ کر کے وہ خدا کے بندے نے بالاخر بیت المقدس فتح کر لیا اور یورپ تک رچرڈ والائن ہارٹڈ شیر دل رچرڈ برطانیہ سے چلا دنیا بھر کی عیسائی فوجیں جمع ہو گئیں لیکن اس مرد میدان نے اڑا کر رکھ دیا شیر دل عیسائی رچرڈ کے کو کہتے ہیں سلطان صلاح الدین ایوبی کو نہیں جبکہ میدان کار زار میں تیر لگنے سے رچرڈ کی گھوڑی گر گئی اور وہ پیدل ہو گیا تو سلطان نے اپنی سواری کا گھوڑا پیش کیا اور فرمایا یہ ارمان نہ رہے تمہارے دل میں کہ میرے پاس سواری نہیں تھی مجھے شکست ہو گئی یہ شاہی گھوڑا لے لو ہمت کرو آج کا وقت ہے مقابلہ کر کے دیکھو اور پھر شکست دی شکست دینے والے کو

عیسائی شیر دل نہیں کہتے جسے شکست ہوئی اسے شیر دل کہتے ہیں شیر دل رچرڈ ہو گا لیکن نام نہاد مسلمانوں نے اس کے پچیس تیس برس ضائع کیے یہ صلاح الدین ایوبی تھے جن پر فدائین نے حملے کیے مسلمان ریاستوں نے چپے چپے پر مقابلے کیے اور فتح کے بعد جب شہداء کو دفن کرتے تو اپنے فوج کے لوگوں کا جنازہ پڑھانے کے بعد مقابل کے لشکر کے میت اکھٹے کرواتے ان کا جنازہ سلطان خود پڑھاتا انہیں احترام سے دفن کرنے کا حکم دیتا تو اعزاء نے عرض کی کہ امیر یہ تو ہمارا راہ روکنے والے تھے ہم تو بیت المقدس اور کافر سے لڑنے کے لئے جاتے ہیں یہ ہمارا راستہ روکتے ہیں تو انہیں گدھوں کو کھانے دیجئے ان کے جنازے آپ کیوں پڑھتے ہیں تو سلطان فرمایا کرتے تھے کہ یہ بے ایمانی حکمرانوں کی ہے عام لوگوں کو تو وہ دھوکے سے لے آتے

نہیں جسے اللہ توفیق دے گا وہ ساتھ دے گا وہ اللہ کی مرضی جسے وہ کام پہ لگاتا ہے اس کی مرضی لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ حق و باطل میں آخری معرکہ ہے اور میرا ایمان یہ ہے کہ انشاء اللہ حق غالب ہو گا یہ الگ بات ہے کہ جنگ کتنی طویل ہوتی ہے کتنی صورتیں بدلتی ہے کیا کیا اس کے راستے میں تکالیف پیش آتی ہیں لیکن انشاء اللہ العزیز حق غالب ہو گا اور یہ بنیاد بنے گی روئے زمین پر اسلام کی سربلندی اور حق وانصاف کی سربلندی کی اللہ ہمیں توفیق دے کہ حق ہم بھی اس کاروان میں شامل ہو سکیں اللہ کریم ہماری لغزشوں کوتاہیوں گناہوں کو معاف فرماتے ہوئے ہمیں وہ توفیق دے دے چونکہ وہ بدکاروں کو عموماً" ایسے انعامات نہیں دیتا اس لئے ڈر لگتا ہے کہ ہماری خطائیں ہمارے گناہ ہماری کوتاہیاں کہیں آڑے نہ آجائیں ہم

کافروں کو مسلمان ہوتے دیکھ کر تو خوشی ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کو گمراہ ہوتے دیکھ کر بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے

ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم برائی کر رہے ہیں اور انہیں دین کی حمایت میں ہمارے مقابلے میں لے آتے ہیں یہ بیچارے سادہ لوح مسلمان میں انہیں ان کی قیادت یہ کہہ کر ہمارے مقابلے میں لے آتی ہے کہ ہم بدکار ہیں اور ہم برائی کر رہے ہیں یہ بیچارے تو اپنی طرف سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

اس لے ہم ان کا جنازہ پڑھیں گے ہم ان کا احترام کریں گے آگے معاملہ پروردگار کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے معاف کر دے سزا دے تو اس کی اپنی مخلوق اب اگر کوئی اسلام سے بددل ہو کر مسلمان تنظیمیں ساتھ نہیں دیتیں دینی رہنما ساتھ نہیں دیتے یہ کوئی آج کی تاریخ سے کیا؟ یہاں جسے کام کرنا ہے اسے اللہ کے بھروسے پر کرنا ہے کسی ماوشما کے بھروسے پر

اس سعادت سے محروم نہ ہو جائیں کافروں کو مسلمان ہوتے دیکھ کر تو خوشی ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کو گمراہ ہوتے دیکھ کر بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے بہت زیادہ عجیب بات ہے ہم اس میں کر بھی کیا سکتے ہیں سوائے دعا کے سوائے محنت کے لیکن ایک کام تو کرو کم از کم اپنے آپ کو تو یقین پر اس ایک بندے کر تو اس یقین پہ قائم کو لو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر کیا فائدہ یعنی یہ ایک وجود بھی شک کی دلدل میں پھنسا ہے تو لعنت ہے ایسی زندگی پر اس سے تو پھر موت بھلی زمین کے سینے کا بوجھ بنانے کی بجائے زمین کے پیٹ میں ہونا بہتر ہے کچھ بھی نہ ہو سکے تو اس ایک وجود میں کوئی شک و شبہ داخل نہیں ہونا چاہیے اسے یقین کی دولت سے مالا مال کر لو۔ رہ گیا معترضین تو یہ قانون فطرت ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ نیکان کمنشر

جس سے زیادہ خفا ہوتا ہے اسے نیکی اور نیکوں کے خلاف زبان کھولنے پہ لگا دیتا ہے۔ یہ سزا ہوتی ہے منجانب اللہ اور بڑی سخت سزا۔ اسی لیے ایسے لوگوں کو بد ترین گمراہ کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے نیک ترین انسانوں پر بدزبانی کرتے ہیں روئے زمین اور پوری انسانیت اللہ کے نیک ترین بندوں پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اسی لیے انہیں بد ترین کافر کہا جاتا ہے عجیب سزا ہے اللہ کی ایک واقعہ ملتا ہے کہ موسیٰ علیہ اسلام

ہے کہہ لو جو کہنا ہے جاؤ جہاں جانا ہے بالاخر تو سب کو ایک ہی مقام پہ آنا ہے تجھے یہ سب برداشت کرنا ہو گا یہ ساری چیزیں ہمیشہ رہتی ہیں رہیں گی اگر بندہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے تو ان کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے ا۔ : یقین کو پختہ رکھے مولوی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے بڑا مزے دار ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کہیں بھاگا۔ چور تھا یا اس طرح کا بندہ تھا آبادیوں سے نکل بھاگا کہ کوئی زندہ رہنے کا طریقہ نہیں حکومت پکڑ لے گی لوگ ماریں گے علاقے سے دور دراز کہیں چلا گیا اور وہاں تصوف کا بھیس بنا کر۔ کچھ اسے خبر ہو گی کچھ پڑھا ہو گا اللہ اللہ کا طریقہ۔ تو اس نے وہاں ایک حجرہ بنا کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا اب جو طالب تھے انہیں خیال آیا کہ اللہ اللہ

> اگر کوئی اسلام سے بد دل ہو کر مسلمان تنظیمیں ساتھ نہیں دیتیں دینی رہنما ساتھ نہیں دیتے یہ کوئی آج کی تاریخ سے کیا؟ یہاں جسے کام کرنا ہے اسے اللہ کے بھروسے پر کرنا ہے کسی ماوشما کے بھروسے پر نہیں جسے اللہ توفیق دے گا وہ ساتھ دے گا وہ اللہ کی مرضی جسے وہ کام پہ لگاتا ہے اس کی مرضی لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ حق و باطل میں آخری معرکہ ہے اور میرا ایمان یہ ہے کہ انشاء اللہ حق غالب ہو گا

نے دعا فرمائی کہ بارالٰہی فرعون سے مقابلہ اپنی جگہ قبطیوں سے مقابلہ اپنی جگہ ان کی باتیں ان کے بہتان ان کے الزام جان کا خطرہ یہ ساری باتیں ایک طرف یہ جو میری قوم اسرائیل مجھے دی ہے اس کی زبانیں تو مجھ سے بند کر دے مجھے تو یہ بھی اپنے طعنوں سے نہیں رہنے دیتی میرے خلاف اتنی باتیں یہ کر جاتے ہیں کہ انکی باتیں تو مجھے تیر کی طرح چھلنی کر دیتی ہیں تو لکھتے ہیں کہ جواب میں ارشاد ہوا کہ موسیٰ میں نے لوگوں کی زبانیں اپنی ذات سے نہیں روکیں تو تو پھر تو ہے حساب ہو گا میدان حشر میں دیکھیں گے کہ کس نے کیا کہا لوگ مجھے طعن کرتے رہتے ہیں میں ان کی زبان نہیں کھینچتا میں تیرے لے کیسے کھینچ لوں یہ تو میں نے لوگوں کو اختیار دے دیا ہے کہ کر لو جو کرنا

کراتا ہے بندہ۔ تو کچھ مخلوق اس کے گرد جمع ہو گئے اللہ اللہ سیکھنے کے لئے اب مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں انوارات نظر آنے شروع ہو گئے لطائف کے قلب کے کچھ تلونیات قلب کچھ مشاہدات دو چار چھ مہینے سال بعد تو وہ جب آپس میں بیٹھتے تو بات کرتے ہاں بھائی سناؤ تمہیں مجھے تو سبز قسم کا نور روشن آتا ہے اس طرح کی لائٹس آتی ہیں اس طرح کی روشنی تم سناؤ دوسرے نے کہا میں بھی جب اپنے انوارات دیکھتا ہوں تمہارے بھی دیکھتا ہوں لطائف پر بھی۔ تمہارے قلب پر بھی انوارات نظر آتے ہیں اس کے بھی تو چاروں پانچوں جب آپس میں باتیں کرتے تو پھر کہتے یار شیخ کے انوارات ہمیں نظر نہیں آتے اب شیخ پر ہوں تو نظر آئیں وہ کہتے ہیں عجیب بات

ہے یار حضرت کے انوارات نظر نہیں آتے اپنے ایک دوسرے کے آتے ہیں اب ڈرتے ہوئے بات بھی کوئی نہ کرے تو ایک دن انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت کیا بات ہے آپ کے انوارات یا تو اتنے لطیف ہیں کہ ہمارے مشاہدے میں نہیں آتے یا اتنے بلند ہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتے ہمیں بھی اپنے انوارات تو دکھا دیجئے تو اسے بڑا حیا آیا۔ اس نے دعا کی بار الٰہا میں نے تو جھوٹ بولا تھا یہ اعتبار کر گئے اب ان کے اعتبار کے صدقے اسے سچ کر دے ہم بندے تو محتاج ہیں تو تو محتاج نہیں ہے اب یہ تو مخلص ہیں تیری تلاش میں تھا میں کیا کروں میں نے جھوٹ بولا میں نے مکر کیا لیکن اب یہ تیرے مخلص بندے جمع ہوگئے اب مجھے بتا کون سا راستہ ہے مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ اللہ نے اسے بھی نصیب کر دئے چونکہ ہر بندے کا رشتہ تو اللہ کے ساتھ ہے نا اللہ کے لئے کسی کے پاس جاتا ہے اللہ کے لئے محنت و مجاہدہ کرتا ہے تو گرد بیٹھنے والے لوگوں کا خلوص بھی بڑی قیمت رکھتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین کیا عہد خلافت تھا کیا مزے کی زندگی تھی۔ کیا انصاف تھا کیا حکومت کا رعب و دبدبہ تھا کفر بھی لرزتا تھا لیکن اب ہر طرف افراتفری ہے یہ کیا بات ہے انہوں نے فرمایا مجھے تیرے جیسے لوگوں پر حکومت کرنا پڑ گئی نری ساری بات خلفاء میں نہیں تھی وہ ہم تھے جن پر ان کی حکومت تھی اور میری مصیبت یہ ہے کہ یہ تم ہو جن پر مجھے حکومت کرنا ہے اور واقعی ان کی بات کتنی قیمتی تھی سنو میرے بھائی کم ازکم اپنے ایک دل کو تو یقین سے پختہ تر کر لو منور کر لو وقت آرہا ہے خوش نصیب سرفراز ہوں گے بدنصیبوں کے حیلے ناکام ہوں گے کوئی نہیں لوگ سکے گا اس کو پورے یقین کے ساتھ اللہ سے دعا بھی کرو اللہ ہمیں حق کے قافلے میں شمولیت کی توفیق عطا کر دے ہمارا خون، ہماری جان ہمارا مال، ہمارے وسائل بھی اس راہ میں کام آئیں اور اللہ میدان حشر میں سرخرو کرے اور اس کی رسوائی سے ہمیں پناہ مل رکھے۔

• حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو فتنہ انگیز مسائل ایجاد کر کے بندگانِ خدا کو فتنوں میں ملا لیتے ہیں۔

• حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا
اگر اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج واپس آجائیں
تو تمہارے معاملات میں سے ایک قبلہ کے سوا کچھ
نہ پہچانیں گے۔

مہذب قوم

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔

آج کا عہد خصوصاً" وطن عزیز میں بحیثیت مسلمان ہم جن دشواریوں سے دوچار ہیں ان کا ادراک نہ کرنا اور ان کی طرف متوجہ نہ ہونا ان کے لئے کوششیں نہ کرنا' انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے قرآن حکیم جس بات کو ہماری عظمت کی دلیل کے طور پر یا عظمت کی بنیاد کے طور پر بیان کر کے ہماری عظمتوں اور ہماری شرافتوں کی گواہی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ "تم بہترین امت ہو" کتنی امتیں گزر چکیں اور اولوالعزم انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام آئے' رسول آئے نبی آئے۔ بڑے بڑے مجاہد' بڑے بڑے مجاہدہ کرنے والے لوگ' دنیا کو مسخر کرنے والے لوگ' وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے ذوالقرنین کے ساتھ مغرب سے مشرق تک کے علاقے میں حاکمیت باری قائم کی وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ آدھی دنیا کو مسخر کر کے اس پر دین الٰہی اور قانون الٰہی کو نافذ کیا۔ بڑے بڑے اولوالعزم لوگوں کے احوال قرآن حکیم میں ملتے ہیں ایسے لوگ بھی تھے جو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مقابلے کے لئے فرعون کی طرف سے بلائے گئے ساری امیدیں فرعون سے وابستہ تھیں میدان میں اترنے سے پہلے تک جو کچھ انہوں نے کہا قرآن حکیم نقل فرماتا ہے کہ انہوں نے فرعون سے کہا

ائن لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین۔ اگر ہم جیت گئے تو ہمارے لئے مثالی انعام ہو گا۔ تو اس نے کہا بے شک **انکم من المقربین۔** میں دربار میں تمہارے لئے کرسی بنا دوں گا تمہاری منسٹری بنا دوں گا۔ تمہارا حکومت میں پورا شعبہ بنا دونگا اور تمہارے لئے میرے دربار میں جگہ ہو گی ایک تمہارا جو لیڈر ہو گا میرے دربار میں اعلیٰ انعام پائے گا ان کی ساری امیدیں فرعون سے وابستہ تھیں لیکن میدان میں جو بھی سبب ہوا انہیں نور ایمان نصیب ہو گیا۔ مفسرین نے مختلف اسباب لکھے ہیں جو میں نے اسرار التنزیل میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ مقابلے کے لئے تو موسیٰ علیہ السلام کے آئے تھے لیکن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کر لیا اور بات ادب سے کی قرآن حکیم میں موجود ہے کہ انہوں نے اجازت چاہی کہ آپ اپنا معجزہ پیش فرمائیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنی رسیوں کے یا ان شہتیروں کے اژدہا بنائیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پہل کرو اس میں بھی عظمت موسوی کا اعتراف تھا بات کرنے کا انداز مودبانہ تھا۔ اگر وہ جانتے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کا نبی اور رسول ہے تو مقابلے پر ہی نہ آتے لیکن وہ ان کی عظمت کے قائل تھے کہ نبی نہیں ہیں۔ اگر خدانخواستہ

جادوگر ہے پھر جادو کے فن کا بھی امام ہے۔ احترام کے قابل ہے۔ وہ جذبہ وہ احترام ان کے دل میں آیا اللہ نے اسے ان کے طفیل ایمان عطا کر دیا ورنہ معجزہ تو وہی تھا جو انہوں نے بھی دیکھا اور ساری قوم فرعون نے اور خود فرعون نے بھی دیکھا انہیں تو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اب جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس میدان میں وہ ایمان لائے انہیں تعلیم حاصل کرنے کی فرصت نہیں ملی عبادت کرنے کی فرصت نہیں ملی حلال حرام سیکھنے کی فرصت نہیں ملی وہیں فرعون نے کہہ دیا کہ تم لوگوں نے بڑی زیادتی کی تم جانتے ہو میں تمہیں تباہ کر دوں گا اور میں

لا اقطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف ۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ بازو کاٹوں گا اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا **ولا صلبنکم اجمعین**۔ میں تم سب کو کھجور کے تنوں پر لٹکا کر پھانسی دوں گا جو بات جواباً انہوں نے کہی اس سے یوں پتہ چلتا ہے کہ وہ سارے عالم دین تھے انہوں نے کہا کیا بگڑے گا **ناقض ما انت قاض**

تو جو کرنا چاہتا ہے کر گزر ہم تیری باتوں سے رعب میں آنے والے نہیں۔ اگر تو ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹے گا تو ہم سمجھیں گے کہ جو ہاتھ پاؤں لے کر ہم اللہ کے رسول کے مقابلے میں آئے تھے اس کا کفارہ ہو گیا ہے اگر تو ہمیں مصلوب کر دے گا تو تیرا ہمیں پھانسی دینا ہمیں جلد اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دے گا اور اس کے لئے تو ہم بے تاب ہو رہے ہیں ہمیں زندگی عزیز نہیں۔ ہمیں اب موت زیادہ عزیز ہے زندگی کی نسبت ہم اپنے پروردگار سے ملنا چاہتے ہیں اور ہم اس کے دربار میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں ہم آخرت کی جوابدہی میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں ہم اس کی ناراضگی اور جہنم کے عذابوں سے بچنا چاہتے ہیں تو تو سزا دے گا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ تو ہماری منزل آسان کر دے گا تو جو چاہتا ہے کر گزر یعنی ایک لمحے کا ایمان انہیں مصلحت اندیشی سے بالاتر لے گیا۔

قرآن حکیم جب ہماری بات کرتا ہے تو وہ کہتا ہے **کنتم خیر امتہ** تم ان سب سے بہتر امت ہو اس میں موسیٰ علیہ السلام کی امت بھی ان امتوں میں ہے یہ سارے مجاہدین ان امتوں میں ہیں کیسے عجیب لوگ تھے کہ صبح کے سورج نے انہیں فرعون کا حامی دیکھا اور ڈوبتے سورج نے انہیں موسیٰ علیہ السلام کے اتباع میں شہید ہوتے دیکھا۔ ہم کیوں ان سب سے بہتر ہیں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں **اخرجت اللناس**۔ قوم موسیٰ نے اپنی قوم یا قبطیوں کی یا اپنے ملک کی فکر کی۔ جتنی قربانیاں دیں اس محدود طبقے کی اصلاح کے لئے تھیں محدود وقت کے لئے تھیں دوسری امتوں نے جو کام کیا جو مجاہدہ کیا جو تبدیلیاں لائے وہ اس محدود طبقے کو متاثر کرتی تھیں اس محدود حلقے تک تھیں محدود وقت تک تھیں تمہیں وہ نبی اور وہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عطا فرمایا اور تمہیں اس سے شرف نسبت ہے جو کائنات کا رسول ہے ہماری انسانیت کا رسول ہے اور تم وہ امت ہو جو سارے جہان کے فکر کرنے والے لوگ ہو تم میں سے ایک ایک کے دل میں فکر جہاں ہے۔

اخرجت للناس ۔ اولاد آدم کی فکر دے کر تم پیدا کئے گئے ہو اگر اس کو ہم دوسری طرح دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جسے پورے عالم انسانیت کی اصلاح کی فکر ہو دراصل وہ امتی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ تم ساری انسانیت کی فکر کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور تمہیں یہ شرف امت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونا آخری امت ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہونا اور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمہاری نسبت کا ہونا جو ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم سارے جہان نوع انسانی کی فکر کرتے ہو کہ کہاں کہاں کس کس بنی آدم کو کیا کیا تکلیف ہے کہاں کس کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے کہاں کس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں کہاں کس کی آبرو لٹ گئی کہاں کس کا گھر غیر محفوظ ہے وہ مسلمان ہے یا نہیں وہ مومن ہے یا کافر وہ دین کا دوست ہے

یا دشمن اس کے انسانی حقوق کا تحفظ تمہاری ذمہ داری ہے۔ کچھ حقوق وہ ہیں جو بندے کو ایمان لا کر حاصل ہوتے ہیں لیکن کچھ وہ ہیں جو بحیثیت انسان اسے حاصل ہیں۔ اب اس آیت کریمہ کو اگر اس نظر سے ہم دیکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ بندہ جس کے دل میں انسانیت کا درد ہے دراصل وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا امتی ہے۔ اور اگر یہ بات گھٹتے گھٹتے ملک سے نیچے قوم سے نیچے پھر خاندانوں برادریوں سے بھی نیچے اپنی ذات تک آ جائے اور ایک بندہ صرف اپنے ذاتی مفادات سوچے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اسے اس امت میں شمار کیا جائے گا؟ قرآن حکیم کی یہ آیتہ مبارکہ جو اصول اور کسوٹی بتا رہی ہے اس کے اعتبار سے مفاد پرستوں کو ذاتی مفاد کے لئے، دوسروں کو نقصان پہنچانا۔ بدامنی کا ساتھ دینا ذاتی مفادات کے لئے ظلم کا ساتھ دینا تو دور کی بات ہے صرف نظر انداز کرنا سمجھوتہ کرنا جو ہے اس پر بھی شاید چھلنی لگ جائے چونکہ قرآن حکیم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا

ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا۔

اس آیتہ کریمہ کی تفسیر میں ملتا ہے کہ میدان حشر قائم ہو گا لوگ اٹھیں گے قبروں سے اب جس کسی نے بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ دنیا میں خواہ کسی کے ساتھ رہا عرصہ محشر میں اسے پیامبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کہیں جائے پناہ نظر نہیں آئے گی اور وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف دوڑ لگائے گا فرشتوں کو من جانب اللہ حکم ہو گا کہ انہیں روک دو انہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام تک مت جانے دو فرشتے روکنا شروع کر دیں گے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمائیں گے کہ کیوں روک رہے ہو جب یہ میرا نام لیتے ہیں جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ میرے امتی ہیں جب یہ دنیا میں کلمہ پڑھتے رہے تو کیوں روکتے ہو آنے دو۔ اللہ کریم نے جو بات انہیں بتائی ہو گی وہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں عرض کریں گے۔

ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا۔ یا

حبیب اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو دعویٰ تو کرتے تھے لیکن اللہ کی کتاب سے ان کی عملی زندگی بیگانہ تھی انہوں نے قرآن کو اپنے نصاب سے خارج کر دیا تھا یہ اپنی پسند کی زندگی جیتے رہے یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بتائی ہوئی زندگی نہیں جئے۔ نرے دعوے کا یہاں اعتبار نہیں ہے۔ آخرت میں امتی ہونے کا یہ معیار ہو گا اگرچہ یہاں ایک شخص امن قائم نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کسی ظالم کو روک نہیں سکتا۔ ایک شخص کسی ناانصافی کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا وہ یہ فکر بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا وہ اس کے ساتھ سمجھوتے سے بھی باز نہیں آ سکتا؟ کیا وہ اسے برداشت کرنے سے بھی نہیں رک سکتا؟ اتنا تو کر سکتا ہے یہ تو کر سکتا ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جیس العسرہ کے لئے مال جمع کرنے کا حکم دیا لشکر کی تیاری کے لئے جس کے پاس جتنی توفیق تھی لوگ لا رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سی اشرفیاں لائے بہت مالدار آدمی تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی گود مبارک الٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس ایک عمل کے علاوہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی عمل بھی نہ ہو تو بھی جنت اس پر واجب ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سا سامان بہت سا مال لائے اور لوگوں نے صرف روپے نہیں دیے جو جس کے پاس تھا، جوتا، کپڑا، برتن، بستر، چارپائی اٹھائے لئے آ رہے ہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آئے دو چار پرانے برتن تھے ایک پرانا کمبل تھا جسے وہ کرتہ بنا کر پہنا کرتے تھے اس طرح کا سامان تھا انہوں نے اس لمحے جو کرتہ پہن رکھا تھا وہ بھی ایک پرانا کمبل تھا سلائی کی فرصت نہ تھی تو کیکر کے کانٹے لے کر اس میں جس طرح پن لگائی جاتی ہے دونوں طرف لگا کر اسے لباس بنایا ہوا تھا کچھ استعمال شدہ کپڑے دو چار برتن کوئی ایک آدھ توا۔ اللہ خیر صلا۔ لا کے ڈھیر کر دی۔ اب دیکھنے والے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اشرفیوں کو بھی دیکھ رہے تھے فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کو بھی دیکھ رہے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اثاثہ لائے وہ سب سے کم قیمت نظر آ رہا تھا اسے بھی دیکھ رہے تھے نگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھانپ لیا اور فرمایا "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا مال لائے ہو۔" یا رسول اللہؐ میں نے گھر پہنچ کر آدھا آدھا کر دیا آدھا اہل خانہ کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا میں لشکر کی تیاری کے لئے لے آیا ہوں۔ گھر میں جو سرمایا تھا۔ بستر، کپڑا، برتن جو تھا آدھا آدھا کر کے لے آیا ہوں۔" "ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کیا لائے ہیں؟" عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو تھا وہ لے آیا ہوں۔" "گھر میں کیا چھوڑا۔" "اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت۔" یہ محض ان نگاہوں کو جواب دے رہے تھے جو دنیوی اعتبار سے جانچ رہی تھیں کہ جناب فلاں بہت زیادہ لائے فلاں اتنا لائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سب سے کم لائے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس وضاحت نے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے استفسار نے یہ بتا دیا کہ بڑے سے بڑی جرات فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی جو آدھا لائے۔ ابوبکر تو سب کچھ ہی لے آیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اسے نظم کیا ہے ان کا شعر ہے کہ

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے خدا کا رسولؐ بس

تو یہ ضروری نہیں کہ ایک بندہ حکومت کا تختہ الٹ دے۔ ایک بندے نے دنیا سے ظالموں کا نام مٹا دیا۔ ایک بندے نے دس ظالموں کے سر قلم کر دیے۔ نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ ہر بندے میں وہ جذبہ ہے کہیں۔ کیا ظلم کے خلاف وہ احتجاج کرنے کو تیار ہے کیا ظلم کو ظلم سمجھ رہا ہے اور ظلم کو روکنے کے لئے اگر کوئی نقصان اٹھانا پڑے تو اس سودے کے لئے تیار ہے اور اگر نہیں تو پھر رولا بن جائے گا کہ وہ امتی ہے یا نہیں۔ اگر COMPROMISE کرتا ہے اگر اسے نظر انداز کرتا ہے اگر اسے دوسرے کا دکھ سمجھ کر گذر جاتا ہے مثلاً" میں یہاں بیٹھا ہوں الحمد اللہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے حکومت بھی گھبراتی ہے مگر جلدی مجھے ہاتھ نہیں ڈالتی کہ اس کے ساتھ بہت بڑی جماعت ہے ان کے لئے ایک دنیاوی رعب بنا ہوا ہے آرام سے بیٹھا ہوں کوئی تکلیف نہیں ہے میں یہ کہوں کہ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں کوئی مرتا ہے تو مر جائے تو یہ امتی ہونے کی دلیل نہیں ہو گی یعنی میرے اپنے مفادات محفوظ ہیں جو مرتا ہے مرتا رہے جب اسے مرنے والے کا دکھ نہیں ۔ تو پھر شاید کل ان لوگوں میں شمار ہوں گا جنہیں فرشتے روک رہیں ہوں گے تم آگے نہیں جا سکتے بات اپنی ذات کی نہیں ہے بات انسانیت کی ہے ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ دنیا پر مغرب میں یورپ میں جاپان میں چین میں افریقہ میں سکنڈے نیویا کنٹریز میں عالم انسانیت پر کیا بیت رہی ہے بے حیائی کتنی بڑھ گئی ہے ظلم کتنا بڑھ گیا ہے بے دینی کتنی بڑھ گئی ہے کفر و شرک کتنا بڑھ گیا ہے اب ہم ساری انسانیت کی فکر کو کیا کریں گے؟ بحیثیت مسلمان ہمیں مسلمانوں کا درد نہ ہوا دنیا کے ہر گوشے میں مسلمان مظلوم ہے خون بہہ رہے ہیں عزتیں لوٹ رہی ہیں۔

تاتاریوں کے مظالم مشہور ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ایسا ظلم تاریخ میں کسی نے نہیں کیا لیکن جو ظلم بوسینا میں مسلمانوں پر ڈھایا گیا وہ تاتاریوں نے نہیں کیا تھا روسی جب سمرقند و بخارا آئے جو ریاستیں آج آزاد ہو رہی ہیں ان کی داستان اگر آپ پڑھیں جب یہ روسی یہاں آئے تھے تو مساجد کو اصطبل بنایا گیا برقع لے کر ان کے ڈھیر لگا کر جلائے گئے علماء کو سزا کے طور پر گرفتار کر کے لایا گیا میدان میں ان سے ان کی قبریں کھدوائی گئیں وہ خود کھودتے تھے قبر اور قبر کے کنارے کھڑا کر کے ان کی ٹانگوں میں گولیاں ماری جاتیں تھیں کہ جلدی مر نہ جائیں جب قبر میں گرتے تو ان زخموں پر چونا چھڑکا جاتا اور وہ دو دو تین تین دن اس گڑھے میں تڑپتے رہتے سسکتے رہتے بلکتے رہتے خون ختم ہو جاتا چونے کی جلن زخم کو الگ کھاتی کوئی ایک دن میں مرتا کوئی دو دن میں مرتا کوئی تین دن میں علماء کو اس طرح شہید کیا

گیا یہ تاریخ کا حصہ ہے اور یہ ساری چیزیں تاریخ میں محفوظ ہیں میں زبانی نہیں کہہ رہا علماء کی بیٹیاں شرفاء کی بیٹیاں جنہیں سورج نے نہیں دیکھا تھا انہیں بیگار کیمپوں میں رکھا گیا ان سے سڑکیں بنوانے روڑیاں کوٹنے کی بیگار لی جاتی تھی اور ہر سپاہی ان کی آبرو سے کھیل سکتا تھا یہ سمرقند و بخارا کی داستان ہے لیکن جب بوسینا میں دہرایا گیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی بچیوں کو زبردستی روکا گیا ریپ کیا گیا اور پھر انہیں رکھا گیا کہ تمہیں ہماری یہ اولاد پیدا کرنی ہے پہلی دفعہ روئے زمین پر کسی کی آبرو کے ساتھ اس طرح کا ظلم روا رکھا گیا کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی پھر جو حاملہ ہو گئیں انہیں روکا گیا کہ تمہیں یہ نسل پیدا کرنی ہے۔ مسلمان اگر اس پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا تو شاید فردا قیامت اسے اپنا امتی ہونے کا دعویٰ ثابت کرنا آسان نہ ہو گا بی بی سی سے انٹرویو سنا وہ جو DETAIL دے رہے تھے تصویریں بھی دکھا رہے تھے انہوں نے ایک بارہ سال کی بچی دکھائی ایک نوجوان خاتون دکھائی ایک اسی سال کی بڑھیا دکھائی انہوں نے کہا کہ اس نانی' دادی سے لے کر اس پوتی تک ان کے ساتھ ایک جگہ ایک وقت ایک کمرے میں گینگ ریپ کیا گیا اس پر بھی ہم ٹس سے مس نہ ہوئے اس سارے کی وجہ پتہ ہے کیا ہے؟

ان سب کا جو دفاعی نظام تھا جو دفاعی قوت تھی۔ وہ یہ اسلامی ریاست پاکستان تھی پاکستان وہ ریاست ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز ہے پاکستان میں ٹیلنٹ ہے سائنس کے شعبے میں کاروبار کے شعبے میں جہاد کے شعبے میں اور علوم دین کے شعبے میں یہ خود کفیل ہے۔ دنیا کے تمام ممالک اس کے محتاج ہیں بلکہ اگر یہ کہہ لیں کہ روحانی انداز میں بھی پاکستان ہی صف اول میں ہے تو کوئی اس میں مضائقہ نہیں ہو گا یہ درست ہے اب جو سب سے صف اول کا ملک ہے اس کے اپنے شہروں میں ریپ ہوتا ہے عزتیں لٹتی ہیں گھر جلتے ہیں خون بہتے ہیں لاشے تڑپتے ہیں ہم سب نہیں دیکھ رہے کہ یہ جو ابھی تک اخباروں میں بحث چلی آ رہی ہے گجرات میں نو بندے انہوں نے قتل کر دیے تین بچیاں تھیں جن میں دو حاملہ بھی تھیں ان کے ساتھ زیادتی کی سارے خاندان کے سامنے اور اور اس کے بعد نو کے نو کو قتل کر دیا اور پولیس گرفتار نہیں کرتی کیوں نہیں کرتی ایک منسٹر صاحب ہیں اور ان کے بندے ہیں تو کیا کیا جائے اب جب امت میں سب سے اعلیٰ سب سے اشرف سب سے اول ہونے کا جو دعویٰ کرنے والا ملک یا قوم یا لوگ ہیں ان کا اپنا یہ حال ہے تو دوسرے کی خیر خبر کب لیں گے۔ اور اس حال میں اس حال کی تبدیلی کی طرف متوجہ نہ ہونا اور یہ سمجھ لینا کہ خیر ہے میں تسبیحات پڑھتا ہوں میں مراقبات کرتا ہوں میں نمازیں زیادہ پڑھتا ہوں نفل نوافل پڑھتا ہوں روزانہ اتنی منزل پڑھتا ہوں یہ ساری باتیں درست ہیں ذکر کیجئے لیکن فرمایا اگر تمہیں مقابلہ ہی آ جائے۔

اذا لقیتم فئتہ فا ثبتوا۔ مقابلہ آ جائے تو میدان میں ڈٹ جاؤ **و اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔** اللہ کا ذکر کرتے رہو اس میدان جنگ کو میدان جہاد کو رزم گاہ کو بنا لو اپنا ذکر کدہ اور خلوت کدہ یعنی حجروں میں ذکر کرتے ہو کرو۔ خانقاہوں میں کرتے ہو کرو لیکن جب وقت تمہیں میدان جہاد میں پکارے پھر گھوڑے کی پیٹھ پر کرو تیرو تلوار اور گولی کے سامنے کرو "یہ گھڑی محشر کی ہے" یہ آج کے حالات پہ صادق آتا ہے اور آج ہم سب مکلف ہیں بحیثیت امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہونے کے کہ سب سے پہلے ہم اس ملک کو ظلم سے' ناانصافی سے پاک کر کے اس پر حق و انصاف صداقت اور دین کی اور دین داروں کی حکومت قائم کریں۔ یہاں جو کوئی اٹھتا ہے کہتا ہے حکومت مجھے دے دو۔ یہاں حکومت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کی چاہیئے اس قاعدے کی چاہیئے جو مسلمانوں کی حکومت بنانے کا قاعدہ ہے اس ضابطے سے گزر کر جو جاتا ہے اقتدار میں جائے۔ اس کے لئے یہ شرط عائد کرنا کہ میں جاؤں میرا بیٹا جائے میرا بھائی جائے

میری پارٹی جائے میری جماعت جائے یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پہ واجب ہے کہ اسی وقت اس ناانصافی کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں یہ نہیں واجب کہ اگر بے شمار قتل عام پہلے ہو رہا ہے۔ تو ہم اور قتل شروع کر دیں نہیں قتل عام کو روکنا واجب ہے اس ظلم کو روکنا واجب ہے زیادتی کو روکنا واجب ہے اور جو ظلم اور زیادتی کے اسباب ہیں ان کا تدراک واجب ہے۔

یہ میں نے آپ کا اتنا وقت اس لئے لے لیا کہ حضرت حافظ صاحب کے کچھ لکھ دیا ہو گا چٹکیاں بھرتے رہتے ہیں وہ۔ کہ میری نظر سے نہیں گزرا شاید ان کا کوئی مضمون ہو گا ایسا جس میں انہوں نے کوئی جملہ طنزیہ کہہ دیا ہو گا تبلیغی جماعت کے بارے میں۔ ہر آدمی کا بات کرنے کا ایک انداز ہوتا ہے بات تو انہوں نے یقیناً" اصلاحی کی ہو گی شاید کسی کو اچھی نہ لگی ہو گی کیوں تبلیغی جماعت کو کوئی بھی مسلمان برا نہیں سمجھتا اور برا کیسے سمجھا جائے جب لوگ نیکی کرتے ہیں اللہ کرتے ہیں اللہ کا دین بیان کرتے ہیں جو کرتے ہیں وہ تو بھلا ہے تو پھر انہیں کیوں کوئی برا سمجھے گا۔ مجھے ایک لمبا خط ایک ساتھی کا آیا جو اپنی جماعت کا ساتھی بھی ہے تبلیغی جماعت کا ساتھی بھی ہے تو انہوں نے چار پانچ صفحے لکھے مجھے سمجھانے کے لئے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ تبلیغی جماعت کیا ہے کیا نہیں ہے آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے میں تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے میں نے اس ایک ساتھی کو جواب دینے کی بجائے دوچار فقرے لکھے لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ یہ معاملہ صاف ہو جائے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی دین کی ابجد پڑھا رہا ہے ا ب ت اور دوسرا میدان جہاد میں اپنی جان قربان کر رہا ہے تو یہاں سے لے کر وہاں تک درمیان میں جتنے لوگ ہیں وہ سارے دین ہی کا کام کر رہے ہیں یہ الگ بات ہے کہ جو جس قابل ہے وہ وہی کر رہا ہے۔ جو فوج آپ کی ملک کی حفاظت کرتی ہے اس میں سارے لڑاکا جوان نہیں ہیں اس میں کچھ میڈیکل کور کے ہیں وہ ان لڑاکا جوانوں کی مرہم پٹی یا علاج کرتے ہیں کچھ کمیونیکیشن سلسلے کے ہیں وہ ان رابطہ قائم رکھنے اور ٹیلی فون کی تاریں بچھانے کا کام کرتے ہیں کچھ ان کے میس کے اور کھانے پکانے کے لوگ ہیں جہاں یونٹ جاتی ہے وہ چولہا بنا کر دال روٹی گرم کر دیتے ہیں کھانا بنا کر دیتے ہیں تو یہ سارے اگر آپس میں لڑنے لگ جائیں اور ہر ایک کہے کہ میں ہی فوج ہوں۔ تم بے کار ہو۔ دوسرا کہے میں اصل فوج ہوں۔ تم بے کار ہو وہ آپس میں ایک دوسرے کو فوج منوانے لگ جائیں تو پھر جہاد ہو چکا یہ الگ بات ہے کوئی زیادہ اہم کام کر رہا ہو گا کوئی کم کر رہا ہو گا لیکن اگر وہ کم کام بھی چھوٹ جائے تو وہ اہم کام بھی نہیں ہو سکتا وہ کم بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا دوسرا اہم ہے وہ سب جب مل جاتے ہیں تو فوج بن جاتی ہے ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ کوئی تبلیغ کر رہا ہے کوئی مدرسے میں درس پڑھا رہا ہے کوئی ذکر اذکار کرا رہا ہے اب کوئی یہ کہے کہ میں ہی درست کر رہا ہوں دوسرے فضول ہیں۔ میں ہی دین کا کام کر رہا ہوں دوسرے فضول ہیں۔ ہمارے نزدیک تبلیغ دین کا اہم کام ہے لیکن یہ کہنا کہ ساری قوم صرف تبلیغ ہی کرتی رہے باقی سب فضول ہے یہ یقیناً" زیادتی ہے تبلیغ بھی کی جائے۔ بندہ جو دوسرا کام نہیں کر سکتا ضرور تبلیغ کرے لیکن ایک آدمی جو بہترین جہاد کر سکتا ہے وہ صرف تبلیغ کرے لیکن ایک آدمی جو بہترین جہاد کر سکتا ہے وہ صرف تبلیغ کر کے اور دو چار گاؤں پھر کر آ جائے جیسے ہمارے جرنیل بھی تبلیغ پہ پھرتے ہیں تو یہ جرنیل جنہوں نے چالیس چالیس سال کروڑوں روپے ملک کے اور قوم کے خرچ کر کے اور کورسز کر کے اور پڑھ پڑھ کر جرنیلی تک پروموشن حاصل کیا۔ انہیں اس لئے جرنیل نہیں بنایا گیا تھا کہ ایک کام جو گاؤں کا عام آدمی کر سکتا ہے وہ تم جا کر کرو۔ آج ان کی ضرورت میدان کارزار میں ہے قوم کو تبلیغی نصاب لے کر سنا دیتا ہے اتنا ہی کام ایک جرنیل بھی جا کر کرتا ہے تو اس نے کیا تیر مارا ہم اس کے خلاف ہیں کہ اتنی استعداد کے لوگ کیوں وہ کام چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ اس لئے نہیں کہ ان کی تبلیغ سے کوئی

شکوہ ہے شکوہ اس کردار سے ہے کہ ہمارا قومی کردار کیسا ہونا چاہئے ایک بات۔

دوسری بات یہ بھی یاد رکھئے کہ ہماری اس تبلیغ کو عہد نبوی صلیٰ اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور مکی زندگی سے تشبیہ دینا زیادتی ہے مکی زندگی کے تیرہ سالوں میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لے جاتے رہے لیکن بدترین مخالفوں کے دروازے، پر مشرکین کے دروازے پر، کفار کے دروازے پر دعوت حق لے کر۔ آج اگر ہم کسی مسلمان کے دروازے پر جاتے ہیں اسے یاد دلانے کے لئے کہ بھئی تم مسلمان ہو اور تم نماز نہیں پڑھ رہے۔ تم مسلمان ہو تم اچھا نہیں کر رہے تو ہم اسے تشبیہ دیں مکی زندگی سے یہ صحیح نہیں ہے مسلمان کے پاس جانا اور بات ہے اور کسی مشرک کا دروازہ کھٹکھٹانا اور بات ہے اس عہد سے اگر آپ کو تشبیہ دینا ہے تو آپ کافروں، مشرکوں، بے دینوں، یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں اور ہندوؤں کا دروازہ کھٹکٹائیں اور کہیں کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پیغام لائے ہیں تو امنا و صدقنا" یہ وہ کام ہے جو مکی زندگی میں ہوتا تھا آپ صرف مسلمانوں کے پاس جائیں بہت اچھا کام ہے لیکن وہ کام نہیں ہے جو مکی زندگی میں ہوتا تھا وہ تشبیہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی اپنی اہمیت ہے اس کا احترام ہے اس کا اپنا ایک درجہ ہے۔ وہ تو درست وہ تو ساری باتیں صحیح اسے اٹھا کر وہاں رکھنا صحیح نہیں ہے اور یہ بڑی دیانت داری کی اور انصاف کی بات ہے تیسری بات جس کا مجھے ہمیشہ دکھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام اللہ کے دین کے نام پر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کے نام پر آپ کے پاس لاکھوں فرزندان توحید جمع ہوتے ہیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ جہاد کے لئے دعا کرنا بھی سیاست ہے۔ سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ رائے ونڈ میں دس لاکھ لوگ جمع ہوئے تھے تو ایک دن دس لاکھ بندے رائے ونڈ سے اسلام آباد چل تو پڑو کہ یہاں یہ ظلم نہیں ہونے دیں گے یہاں انصاف ہو گا حق ہو گا بدکاروں کی حکومت نہیں رہنے دیں گے حکومت کا آئین میں جو تقاضا ہے اس کے مطابق حکومت بنائی جائے اسلامی ملک ہے اسلام کی خاطر لیا گیا ہے یہاں اسلامی حکومت بنائی جائے آپ وہاں سے دس لاکھ کو چلائیں وہ اسلام آباد پہنچنے تک دس کروڑ ہو جائیں گے۔ آپ صرف اپنی تسبیح لے کر چلیں میں کوئی بندوق لے کر چلنے کی نصیحت نہیں کر رہا۔ مشورہ نہیں دے رہا آپ ذکر کرتے ہوئے چلیں آپ پیدل چلیں آپ تسبیح لے کر چلیں آپ دس لاکھ بندہ رائے ونڈ سے چلائیں اسلام آباد تک انشاء اللہ دس کروڑ ہو جائے گا دیکھ لیں کون سی فوج انہیں روکتی ہے کون سی پولیس گرفتار کرتی ہے کون حکمران سامنے ٹھہرتا ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ تو پھر یہ کس کا مسئلہ ہے یہ بھی تو بتاتے جائیے۔ امت نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام کا مسئلہ تو ہے خیر امت کا مسئلہ تو ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر تم بہترین امت ہو فکر انسانیت تمہیں عطا کی گئی تم انسانیت کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور یہ سارا کام محض اللہ کے لئے کرتے ہو **و تؤمنون باللہ۔** کسی سے تمہیں بدلہ ایوارڈ حکومت اقتدار مفاد لینے کا کوئی نہیں ہوتا تم اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہو میں سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے گنہگار سے وہ دوست جو تبلیغی جماعت کے ممبر ہیں زیادہ مکلف ہیں مجھ سے وہ زیادہ نیک ہیں زیادہ اچھے ہیں تو وہ زیادہ مکلف ہیں یہ کوئی اختلاف کی بات نہیں ہے ایک دوسرے کی بڑائی یا چھوٹے پن کی بات نہیں ہے بات سمجھنے اور سمجھانے کی ہے میری ان حضرات سے بھی گذارش ہے ان علمائے کرام پر اللہ اپنی مہربانیاں فرمائے جنہوں نے اس زمانے میں حلالے کا مسئلہ چھیڑا اور متعے کی بحث چھیڑی کیا عجیب بات ہے لوگوں کی عزتیں لٹ رہی ہیں لوگوں کے گھر جل رہے ہیں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں ظلم ہے کہ بڑھتا جا رہا۔ یہ بحث چل رہی

ہے جی کہ حلالہ کیسے کیا جائے اور کیسے نکالا جائے۔ اب ایک اور فتویٰ آ گیا جناب یہ ترانہ پڑھنا اور جھنڈے کے احترام میں اٹینشن کھڑے ہونا شرک ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ ہم پر رحم کرے اگر اس طرح سے اٹینشن کھڑا ہونا جھنڈے کے سامنے شرک ہے تو پھر تو کمانڈر کے سامنے کھڑا ہونا تو اس سے بہت بڑا شرک ہو گا کہ سامنے آدمی کھڑا ہے پھر تو یہ ساری فوج مشرکوں کی ہو جائے گی کون بچے گا۔ یہاں تو جناب ایک نائب صوبیدار کے سامنے پوری یونٹ اٹینشن کھڑی ہوتی ہے ایک جرنیل کے سامنے پوری اس کی کور اٹینشن ہو جاتا ہے احترام کی صورت میں وہ کھڑا ہو جاتا ہے سلوٹ زائد کرتا ہے اگر اعتراض بھی ہے کسی کو تو یہ جو پچاس سال سے جو گناہ ہو رہا ہے اسے پانچ سال اور ہونے دو اس سے بڑے جو ہو رہے ہیں انہیں تو روکو۔ اس ملک پہ دین کی حکومت قائم کرو اس ملک پہ خلافت قائم کرو اس ملک پہ آئین خلافت قائم کرو اور پھر تم اپنا ترانہ بنا لینا اپنا جھنڈا اور بنا لینا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ جھنڈا ہی اور بنا لیجئے ترانہ اور بنا لیجئے اس کے پڑھنے کا انداز اور کر لیجئے لیکن خدا کے لئے اب کئی دنوں سے یہی بحث اس کے حق میں اس کے خلاف، ہو رہی ہے یار یہ لوگوں کو الجھانے کا موقع ہے ایسی بحثوں میں یا کام کی ضرورت ہے میں نہیں کہتا یہ صحیح کام ہے غلط ہے بھئی میری سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ جھنڈے کو یا ترانے کو کوئی بندہ خدا کی ذات میں یا خدا کی صفات میں شریک سمجھتا ہو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی ان پڑھ سے ان پڑھ بندے کو بھی یہ امید ہو کہ قومی جھنڈے کے سامنے اٹینشن کھڑے ہونے سے مجھے اولاد ملے گی یا بچے ملیں گے یا نوکری ملے گی یا کوئی مطلب ہے نفع یا نقصان ہو اسے محض اس محبت یا اظہار عقیدت یا احترام ہے کہ یہ ہماری قوم کا نشان ہے ہماری عظمت کا نشان ہے خدائی صفات اس میں کوئی نہیں مانتا تو شرک کیسے ہو جائے گا یعنی اگر آپ فتویٰ ہی دینے پہ تل گئے تھے اسے ناجائز کہہ دیتے حرام کہہ دیتے شرک کی بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کیا جائے مجھے تو نظر نہیں آتی نہ میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ کسی کا یہ عقیدہ ہو جھنڈے کے بارے میں اور یہ وقت ہے؟ ارے اگر نزع کے وقت کسی کے سرہانے آپ کلمہ نہیں پڑھ سکتے تو اس مرتے ہوئے آدمی کے سامنے فلاں کے بیل کی ٹانگ ٹوٹ گئی فلاں کی بھینس چوری ہو گئی یہ بحثیں کرنے کی کوئی ضرورت ہے اگر قوم کو آپ رہنمائی دے سکتے قوم کو قیادت نہیں دے سکتے قوم کو آج کے مسائل کا حل نہیں بتا سکتے قوم کو اس گرداب سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں بتا سکتے مشورہ ہی نہیں دے سکتے اس پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ تو اسے الجھایئے مت۔ نئی نئی بحثوں میں مت ڈالئے پہلے بہت تفریق ہو چکی پہلے بہت بٹ چکے بلکہ اب تو موقع ہے کہ دیوبندی اپنی دیوبندیت اپنے تک محدود رکھے بریلوی اپنی بریلویت اپنے دامن میں رکھے اہل حدیث اپنی عقیدت اپنے پاس رکھے اور سارے مسلمان ہیں متحد ہو کر اسلام کے نفاذ کی کوشش میں تو شامل ہوں کفر کے مقابلے میں تو کھڑے ہوں جو لوگ آپ سے آپ کی آبرو چھیننا چاہتے ہیں جو لوگ آپ سے آپ کا نظریہ اور ایمان چھین رہے ہیں جو لوگ آپ سے آپ کی اولاد چھین رہے ہیں یار خدا کا خوف کرو اسلاف نے جو نسلیں پیدا کیں جن بچوں کو راتوں کو جاگ جاگ کر آپ نے سلایا جنہیں مزدوری کر کر کے پالا پوسا بڑھایا آج وہ گٹار اور سرنگیاں لئے ناچ رہے ہیں اور جو گھر بیٹھے ہیں وہ اس کی دھنوں پہ گھر میں ناچ رہے ہیں آپ چلے ہیں وہاں بحثیں الجھانے اور ایک نیا تماشا کرنے آپ سے تو کافر اور مشرک اور مغرب والے آپ کی نسلیں آپ کی گودوں سے چھین رہے ہیں آج ہماری بچیاں گھروں میں بیٹھی ہوئی ڈانس کرتی ہیں ان ٹی۔ وی والی ٹیموں کے ساتھ اگر ایک میری ذاتی بیٹی نے نہیں کیا تو یہ جو دوسری کر رہی ہیں یہ میری بیٹیاں نہیں ہیں آپ نے کبھی اپنی کالج کی سٹوڈنس کا مطالعہ کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ آپ کے کالجوں میں بچے کیا کرتے ہیں بچیاں کیا کرتی ہیں کوئی سروے ملک کا کروایا اندازہ کیا کیا

ہو رہا ہے اگر کراتے تو آپ کو یہ مسئلے بھول گئے ہوتے۔ آپ نے یہ سمجھ لیا کہ ہم مساجد میں بیٹھے محفوظ ہیں لیکن یہ جو آگ گھروں کو شہروں کو جلا رہی ہے قریے اور دیہات کو جلا رہی ہے جب شہر جلے گا تو شہر کے ساتھ بالاخر مسجد بھی جلے گی شہروں کے جلانے والے مسجد پر آ کر اپنی آگ بجھائیں گے نہیں اور بھڑکائیں گے یہ مساجد یہ درس گاہیں محفوظ نہیں ہیں بلکہ یہ جلتی ہوئی آگ جو ہے انہی کی طرف تو بڑھ رہی ہے یہ بہتا ہوا خون بالاخر آپ ہی کا خون بنے گا تاتاریوں نے ایک لاکھ بیالیس ہزار نامور پیر اور گدی نشین تہہ تیغ کئے تھے انہیں علیحدہ قتل کیا جاتا تھا ان کی فہرست بنتی تھی تلاش کر کے پکڑا جاتا تھا بڑے بڑے عالم دین بھی ان میں تھے بڑے بڑے ولایت کے مدعی بھی تھے اور بڑے بڑے گدیوں کے خاندانی پشتی بھی تھے ایک لاکھ بیالیس ہزار گدی نشین قتل کئے تھے اور ان کے سروں کے الگ مینار بناتے تھے۔ یہاں بھی جب سیلاب آئے گا خدانخواستہ اگر خدا نہ کرے اس ملک پہ کفر کا تسلط ہو جائے تو آپ ہسپانیہ کا حشر دیکھ چکے جہاں کم و بیش آٹھ سو سال ساڑھے آٹھ سو سال مثالی اسلامی حکومت رہی تاریخ میں اس ملک کا سنہری دور تھا کبھی اتنی شادابی کبھی اتنا انصاف کبھی اتنا امن کبھی اتنا سکون سرزمین نے پھر نہ دیکھا کیا آج ہسپانیہ میں ایک مسلمان ہے؟ کہاں ہے؟ یہ جو آپ کے پاس سمرقند و بخارا میں کچھ لوگ بچ گئے یہ وہ لوگ تھے روس کی زبانی بھی سن لیجئے۔ روسی جو کہتے ہیں انہیں بھی دکھ یہی ہے کہ کچھ وہ لوگ تھے جو زیر زمین چلے جاتے تھے ذکر کرتے تھے اللہ اللہ کرتے تھے کسی نہ کسی سلسلہ و ذکر سے متعلق تھے وہ لوگ بحیثیت مسلمان بچے جو زمین کے سینے پہ رہنے والے تھے وہ نام کے مسلمان تو ہیں ان بیچاروں کو آج تک کلمہ نہیں آتا۔

لیکن اگر خدانخواستہ یہ خطہ زمین واپس ہندو کے قبضے میں آ گیا آپ کو توبہ کی مہلت نہیں دے گا وہ وقت گیا جب آپ مل کر رہتے تھے کون کہتا ہے ہندو اور مسلمان ملک کر رہتے تھے ایک ملک میں یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے مسلمانوں نے ہزار سال اس ملک پر حکومت کی اس کے باوجود گاؤں میں گلیوں میں دیہات میں کسی ہندو کے ساتھ مسلمان کا پلو چھو جاتا تو وہ لباس تبدیل کرتے تھے کہ ناپاک ہو گیا کسی ہندو کے صحن میں مسلمان پاؤں رکھ دیتا تو وہ ساری گوبر سے لپائی کرتے تھے کہ ہمارا چوکا بوشٹ ہو گیا مسلمانوں کو ملیچھ کہتے ہیں ایک ہزار سال پوری قوم نے کسی پوری قوم کا اس طرح معاشی یا معاشرتی بائیکاٹ کیا ہو دنیا کی تاریخ میں کہیں دکھائیں۔ اس کے ساتھ آپ کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے رہے۔ ایک ملک میں ہم لوگ ضرور رہے لیکن اکٹھے کبھی نہیں رہے ایک گاؤں میں رہنے والے ہندو ہنود تھے اور ایک گھر ہندو کا اگر پورے مسلمان کے گاؤں میں ہوتا کسی مسلمان کے ساتھ وہ ہاتھ ملاتا تھا؟ ان کی عورتیں کسی عورت کو چھونے دیتی تھیں؟ وہ اپنے برتن کو مسلمانوں کو چھونے دیتے تھے؟ کبھی نہیں وہ تو گداگر کو خیرات دینے کے لئے لکڑی کی ڈوئی میں پیسہ یا ٹکا رکھ کر لاتے تھے اور یوں اوپر سے اس کے کشکول میں الٹ دیتے تھے۔ آپ کس کے ساتھ اکٹھے رہے۔ ہم نے تو یہ دیکھا۔ یعنی پوری قوم کا معاشرتی بائیکاٹ رکھا یہ کون سی محبت کا اندازہ ہے اور اگر آج خدانخواستہ اس ملک سے اس سرزمین سے ہم ہاتھ دھو بیٹھیں تو پھر شاید ہمیں ہندو توبہ کی توفیق اور مہلت بھی نہیں دیں گے اور پھر یہاں کوئی اسلام کا نام لینے والا نہ ہو گا۔

تو اب اپنی ان بحثوں میں تبلیغ اول ہے یا ذکر افضل ہے یا تدریس افضل ہے آپ سارے کام کیجئے تبلیغ جسے کرنا آتی ہے وہ تبلیغ ہی کرے اچھا کام ہے جسے تدریس آتی ہے تدریس کرے اچھا کام ہے ذکر کرتا ہے کرے اچھا ہے جو کام جس شعبہ دین کا ہو سکتا ہے کیجئے لیکن متحد ہو کر ظلم کے خلاف بھی کھڑے ہوئیے اس سے کسی کو استثنیٰ نہیں ہے نہ مبلغ کو نہ ذاکر کو نہ واعظ کو یہ سب کی ذمہ داری ہے اللہ کریم ہمیں شعور عطا فرمائے احساس ذمہ داری عطا فرمائے جرات عطا فرمائے کہ ہم مفادات سے بالاتر ہو کر اللہ اور اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے میدان عملی میں کھڑا ہو سکیں ہمیں کسی فرد سے موافقت نہیں ہے کسی پارٹی یا کسی فرد سے مخالفت نہیں ہے ہم کسی کا نقصان نہیں کرنا چاہتے کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتے کسی کو تباہ نہیں کرنا چاہتے لیکن ظلم کو روکنا یہ مسلمان کی ذمہ داری ہے انصاف اور عدل کا قیام یہ مسلمان پر واجب ہے یہ وطن عزیز اسلام کے نام پر لیا گیا اس کے ہر مسلمان شہری پہ واجب ہے کہ اس پر اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش لگا دے گا۔ اگر کوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو پھر سب کچھ داؤ پر لگا دے کوئی فاروقی بننا چاہتا ہے تو آدھا گھر تو لٹائے کوئی عثمانی بننا چاہتا ہے تو گٹھڑیاں باندھ کر لائے کوئی علوی بننا چاہتا ہے تو تیغ ہاتھ میں اٹھا کر آئے جو جس کے بس میں ہے وہ کر گزرو۔

ایک بات جو میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں میں آج بھی کہوں گا اور ضرور کہوں گا اور آئندہ بھی کہوں گا انشاء اللہ العزیز میری یہ بات لکھ لیجئے اس ملک پر اسلام کی حکومت قائم ہو گی اسے کوئی نہیں روک سکتا یہ الگ بات ہے کہ وہ کون خوش نصیب ہوں گے جنہیں یہ سعادت عطا ہو گی اگر ہم نے یہ موقع کھو دیا اللہ کسی اور کو یہ سعادت دے دے گا یہ ملک بھی رہے گا اور انشاء اللہ العزیز اس پر اسلامی حکومت بھی قائم ہو گی اور یہ روئے زمین پر اسلام کی نشاط ثانیہ کی بنیاد بن جائے گی اسے کوئی نہیں روک سکتا اس لئے کہ یہ جو میں نے عرض کیا ہے یہ میری بات نہیں ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیش گوئیوں کا حاصل ہے۔ جو احادیث مبارکہ کی کتب میں موجود ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنا لیا جائے اور جب لوگوں کی امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے اور جب زکوٰۃ کو ایک تاوان سمجھا جانے لگے اور جب دین کو دنیا طلبی کے لیے سیکھا جانے لگے اور جب مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے اور دوست کو اپنے قریب کرے اور باپ کو دور کرے اور جب مساجد میں شور و غل ہونے لگے اور قبیلہ کا سردار اُن کا فاسق بدکار بن جائے اور جب قوم کا سردار اُن میں ارذل بدترین آدمی ہو جائے اور جب شریر آدمیوں کی عزت اُن کے شر کے خوف سے کی جانے لگے اور جب گانے والی عورتوں اور باجوں گاجوں کا رواج عام ہو جائے اور جب شرابیں پی جانے لگیں اور اس اُمت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں۔ تو اُس وقت تم انتظار کرو ایک سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین خسف ہو جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے کا اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور اُس کے دانے بیک وقت بکھر جائیں۔"

نوٹ:۔ اس حدیث کے الفاظ کو بار بار پڑھیے اور دیکھیے کہ کس طرح موجودہ دنیا کا پورا پورا نقشہ کھینچا ہے اور وہ گناہ جو مسلمانوں پر عام ہو چکے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں اُن کی خبر چودہ صدیاں قبل آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے اور خبردار کیا ہے کہ ان گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں ورنہ آسمانی عذاب نازل ہوں گے۔ ان گناہوں میں عورتوں کا گانا اور گانے بجانے کے آلات کا جائزہ لیں کہ یہ آرٹ سنٹرز اور ثقافت ہیں کس طرف لے جا رہے ہیں اور ان کو منظم کرنے والے اُمتِ مسلمہ کے کیسے خیر خواہ ہیں۔

★ حیات بعد الممات کا نظریہ ★

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

حیات بعد الممات کا نظریہ

حیات بعد الممات سے مراد یہ ہے کہ موجودہ نظام حیات عارضی ہے اور تمام انسانوں کی زندگیاں عارضی وقتی اور فانی ہیں اور تمام انسانوں کو موت کا مزہ بہرحال چکھنا ہے۔ آخرت کے دن تمام بنی نوع انسان کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ انہیں اچھے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور برے اعمال کی درد ناک سزا دی جائے گی۔ عقیدہ آخرت کے بارے میں فلاسفہ کے نظریات ملاحظہ ہوں۔

یونانی فلاسفہ کے نظریات

اصل میں فلاسفہ فکر یونان اور خاص طور پر افلاطون کے نظریہ روح پر بحث ضروری ہے۔ افلاطون نے کہا تھا کہ روح اپنی اصل کے اعتبار سے عالم امثال سے متعلق ہے۔ جسم کے اندر وہ قید کی حالت میں ہے۔ افلاطون کے نقطہ نظر کے مطابق روح کی نجات کا طریقہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کیا جائے۔ ورنہ اس کی روح قید کی کیفیت میں مبتلا رہے گی۔ اس کے خیال کے مطابق موت صرف جسم کو ہو سکتی ہے روح کو نہیں۔ افلاطون کے بارے میں نظریہ تناسخ کا بھی قائل تھا۔ اگر اس کی زندگی زیادہ خراب ہو تو موت کے بعد جانور بھی بن سکتا ہے۔ ارسطو تناسخ ارواح کا قائل نہیں۔ وہ روح کی ازلیت کا قائل نہیں۔ ارسطو بقائے شخص کا قائل نہیں۔ سقراط حیات بعد الموت کا قائل تھا۔ اس کے خیال کے مطابق روح ایک ایسے مقام پر چلی جاتی ہے جہاں اسے ابدیت حاصل ہوتی ہے۔

مسلم فلسفہ

مسلم فلسفہ میں، مسلم فکر کی تاریخ میں، صوفیاء کے خیالات و نظریات میں، روح کی پاکیزگی (تزکیہ نفس) اور حیات بعد الممات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مسلم فلسفہ میں کندی، مفکرین یونان میں سے افلاطون سے بے حد متاثر تھا۔ کندی کے خیال کے مطابق موت کے وقت جب روح جسم فانی سے جدا ہوتی ہے تو یہ اللہ کے نور کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے۔ کندی، افلاطون اور فیثا غورث سے کافی متاثر ہے۔ اس کے خیال کے مطابق ارذل اور غلیظ روحیں فلک قمر تک جاتی ہیں، اس کے بعد فلک مریخ تک پہنچتی ہیں اور رفتہ رفتہ بلند ترین سیاروں کے فلک تک پہنچ جاتی ہیں۔ آخر کار تطہیر کے عمل سے فارغ ہو کر تمام افلاک سے پرے ازلی اور ابدی کیفیت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

فارابی کا نظریہ

روح کی حیات بعد الموت کے بارے میں فارابی کے نظریات واضح نہیں ہیں۔ بعض جگہ اس کے خیال کے مطابق جسم کے مرنے کے بعد صرف عقل فعال زندہ و پائندہ رہتی ہے۔ بعض جگہ اس کی تحریروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

وہ انفرادی سطح پر حیات بعد الموت کا قائل تھا اور اعمال کی ذمہ داری اور جزا و سزا کو بھی تسلیم کرتا تھا۔

ابن مسکویہ کے خیالات

اس کے نزدیک روح غیر فانی ہے۔ البتہ اس کے نزدیک آخری زندگی کی نوعیت کو پوری طرح سمجھنا محال ہے۔ اسی لئے انبیاء نے تمثیلی انداز میں لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

غزالی کا حشر اجساد سے انکار نہیں

ایم ایم شریف (M. M. Sharif) اپنی تصنیف A History of Muslim Philosophy جلد دوم میں کہتے ہیں کہ غزالی کے پیش نظر فارابی اور ابن سینا کے خیالات تھے۔ انہوں نے بڑی سختی سے ان پر تنقید کی اور منطقی دلائل سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حشر اجساد ممکن ہے۔ اصل میں فلاسفہ فکر یونان اور خاص طور پر افلاطون کے نظریہ روح سے متاثر تھے۔ امام غزالی نے حیات بعد الموت کے اسی تصور کی حمایت کی جو قرآن کے الفاظ سے مترشح ہے۔ ان کے نزدیک حشر اجساد کے عقیدے کا انکار اسلام کے ایک بنیادی عقیدے کا انکار ہے۔ ان کے خیال کے مطابق جنت اور دوزخ ذہنی حالتیں نہیں بلکہ واقعی مقامات ہیں۔ عذاب و ثواب کا تعلق انسان کی جسمانی حالت سے ہو گا۔ پل صراط' میزان' عذاب قبر' سب برحق ہیں۔ تاہم ان کی نوعیت کے بارے میں عقل عاجز ہے۔ غزالی کا خیال تھا کہ حیات بعد الموت کی نوعیت زمانی اور مکانی ہو گی۔

ابن رشد کا اظہار خیال

ابن رشد نے غزالی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ غزالی نے فلاسفہ کے اصل موقف کو سمجھنے میں غلطی کی۔ قرآن کی آیات کی ایک خاص انداز میں تفسیر کرنا ابن رشد کے نزدیک بہرحال ایسا جرم نہیں ہے جس کی بنیاد پر کسی کو کافر قرار دے دیا جائے۔ ان کے خیال کے مطابق حشر اجساد کا انکار اتنی زیادتی اور قابل مواخذہ نہیں کہ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جائے۔ ابن رشد کے مطابق موت کے بعد روح انفرادی حیثیت میں برقرار رہے گی۔ وہ حشر اجساد کو تسلیم کرتا ہے۔ ابن سینا روح و جسم کا قائل تھا یعنی یہ دونوں جداگانہ جواہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے خیالات

قرآن حکیم کی آیت "**و یسئلو نک عن الروح**" کے بارے میں شاہ صاحب کہتے ہیں کہ امت مسلمہ میں روح کا حال کوئی نہیں جانتا۔ تاہم روح بدن میں ایک بھانپ ہے۔ اس بھاپ کی موجودگی میں زندگی باقی رہتی ہے اور اس کے تحلیل ہونے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ مرنے کے بعد روح کو ازسر نو زندگی عطا ہو گی۔ روح ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لے گی۔ اس طرح عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد صورتوں میں روح ڈالی جائے گی۔

امام رازی کا عقیدہ

امام رازی کا موقف یہ ہے کہ حشر تو جسمانی ہو گا لیکن وہاں اہل علم و تقویٰ کی لذتیں روحانی ہوں گی مثلاً " دیدار الٰہی وغیرہ اور عوام کی جسمانی مثلاً " حور و قصور' امام رازی معاد جسمانی اور روحانی دونوں کے قائل ہیں۔

علامہ اقبال کے خیالات

ان کے نزدیک آخرت کی زندگی جسمانی بھی ہو گی اور روحانی بھی۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اس ارضی زندگی کے لئے استعمال ہوا ہے بلکہ حیات بعد الممات کے لئے بھی قائم رہتا ہے۔ لہٰذا حیات بعد الممات میں جو سزا و جزا ملے گی وہ روحانی بھی ہو گی اور جسمانی بھی۔

حیات بعد الممات کی اہمیت

سرسید احمد خان نے عذاب قبر' منکر نکیر اور اس

طرح کے دیگر تصورات کی عقلی تعبیر پیش کی ہے اور ایسے تصورات کو تمثیل اور استعارہ قرار دیا ہے۔ سرسید پر حد سے زیادہ عقل پرستی اور فطرت پرستی کا الزام ہے اس لئے انہیں نیچری کہا جاتا ہے۔ بقول شبلی نعمانی (سیرۃ النبی جلد چہارم) روز آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی اصلاح و فلاں ناممکن ہے۔ آخرت پر یقین سلسلہ ایمانیات کی آخری کڑی ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

و بالاخرۃ ھم یوقنون۔ (بقرۃ۔ آیت)

نہ صرف مذاہب عالم کی مقدس کتابوں (تورات و انجیل) میں آخرت کا ذکر ہے بلکہ اہل سائنس اور طبعیات و ہیئت جدیدہ کے محقق اس ہولناک دن (قیامت) کی پیشین گوئیاں کرتے رہے ہیں۔ زبور میں اس کا ذکر ہے۔ ہندو پرلے کے نام سے اس عقیدہ (فنائے عالم) پر یقین رکھتے ہیں۔ شاستری (Shushtery) نے Outline of Islam میں اس نظریئے کو Corner stone of the religion کہا ہے۔ رالنسن (Rawlinson) نے History of Ancient Egypt میں لکھا ہے کہ حیات بعد الممات کا نظریہ قدیم مصر کی تاریخ میں ملتا ہے۔ تناسخ یا Metem Psychosis کے ساتھ ساتھ جزا و سزا کا تصور بھی ان میں آگیا۔ بقول سید امیر علی Syed Ammeer Ali

"The doctrine of resurrection-especially in the writings of Danieland Ezekiel is evidently a fruite of foreign growth derived from Zoroastriansources."

Zend- Alvesta میں بھی یہ تصور ملتا ہے۔ قرآن نے اس تصور کو عمدہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا قیامت کے دن شہداء کے ساتھ کوئی اور بھی ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہو گا جو دن میں بیس دفعہ موت کو یاد رکھے گا۔

امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب کے صفحہ ۳۸۱ پر لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کی تلخی اور سختی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جواب دیا کہ موت کی سختی یا تلخی اس قدر ہو گی جیسے تلوار کے ساتھ تین سو ضربیں انسان کے جسم پر لگائی جائیں۔

جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے الوداع ہونے لگے تو آپ ﷺ اپنے مبارک ہاتھ کو بار بار پانی میں ڈبوتے تھے اور پیشانی مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ۔

اللھم ھون علی سکرات الموت۔

(اللہ مجھ پر موت کی تلخیوں کو آسان فرما دے)

اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبدیدہ ہو گئیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں حیاۃ الموت کے بارے میں آج قرآن حکیم کی روشنی میں گفتگو کروں گا۔ موت کے وقت مندرجہ ذیل کیفیات ہوتی ہیں۔ یعنی جب موت کا وقت ہوتا ہے اور روح قبض ہو رہی ہوتی ہے تو اس وقت انتہائی تکلیف کی کیفیت ہوتی ہے۔

۱۔ اگر انسان نیک تھا تو حسین و جمیل شکل میں ملک الموت اس کو نظر آتے ہیں۔

۲۔ اور اگر بدعمل تھا تو پھر ملک الموت بڑی خوفناک اور ڈراؤنی شکل میں اسے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب ایک انسان اس دنیا سے الوداع ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت دو محافظ فرشتے اسے نیکی اور بدی کا اعمال نامہ دکھا دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ موت کے وقت انسان کو دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنت

میں ہے تو کس مقام پر ہے اور اگر دوزخ میں ہے تو اس کا مقام یا جگہ کون سی ہو گی۔ اسے موت کے وقت یہ کیفیات دکھا دی جاتی ہیں۔ لکھا ہے کہ موت کی سختی درود پاک سے دور ہو جاتی ہے اور موت آسان ہو جاتی ہے۔ ایک شخص حضور پاک ﷺ پر درود پاک پڑھتا رہا ہو تو اسے موت اس طرح آئے گی جیسے اسے نیند محسوس ہو رہی ہو۔ حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں آئندہ آنے والی زندگی کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ایک گناہگار انسان کی روح کو قبض کیا جاتا ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت بدبودار ٹاٹ لئے ہوئے انتظار میں ہوتی ہے اور ملک الموت بڑی سختی سے اس روح کو قبض کر کے فرشتوں کے قطار کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو ان بدبودار ٹاٹوں میں اس روح کو لپیٹ لیتے ہیں اور جب پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس روح کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ خالق حقیقی کے سامنے پیش ہو۔ چنانچہ اس روح کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے قبر میں قید کر دیا جاتا ہے اور اس پر لگاتار عذاب الٰہی مسلط کیا جاتا ہے۔

لیکن اگر وہ نیک روح ہے تو اسے علیین کی روح کہیں گے اور ملک الموت بڑی شفقت سے اس روح کو قبض کرتے ہیں اور فرشتوں کی ایک قطار کے ہاتھ میں خوشبودار لباس ہوتا ہے جو اسے اس لباس میں لپیٹ لیتے ہیں اور مرحبا کہتے ہیں اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس طرح شفقت سے فرشتے پیش آتے ہیں جیسے ماں ممتا کی وجہ سے اپنے بچے کو اپنے سینے سے لگا لے چنانچہ جب وہ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو وہاں کے دربان فرشتے اس روح کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس روح کو وصول کرتے ہیں اور اس کے بعد پہلے آسمان سے دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان تک یوں ہی استقبال ہوتا ہے اور یہ روح خالق حقیقی کے سامنے اس وقت تک سجدہ ریز رہتی ہے جب تک کہ اس میت کی تجہیز و تکفین نہیں ہوتی جب تجہیز و تکفین ہو جاتی ہے تو پھر حکم ہوتا ہے کہ تم سوال جواب کے لئے واپس جاؤ۔

چنانچہ حدیث شریف میں اس حد تک آیا ہے کہ جب ایک انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ پھر چیونٹیوں کے قدموں کی آواز بھی سن لیتا ہے۔ مگر قبر کے سوا کوئی اس سے بات نہیں کر سکتا۔ یہ حدیث شریف مکاشفتہ القلوب میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے۔

قبر میں اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون سا تھا؟ اور تیرا نبیؐ کون تھا۔ چنانچہ اگر وہ گناہگار انسان ہے تو بہرے اندھے اور گونگے فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو لوہے کی گرزوں سے اس میت کو عذاب دیتے ہیں۔ ساٹھ فرشتے جن کے کپڑے آگ کے اور گندھک کی شلواریں ہوتی ہیں اسے ڈراتے ہیں اور اس پر لگاتار عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبر یا تو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔ جب ایک ایماندار شخص کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس وقت تمام قبر سبزباغ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی ہے۔ یہ حدیث پاک بھی امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے مکاشفتہ القلوب کے صفحہ ۳۹۳ پر درج کی ہے۔ پھر اگر وہ بدبخت انسان گناہگار تھا تو اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں بھینچ دی جاتی ہیں اور اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔

کافر کے بارے میں ہے کہ اس پر ایک اژدہا (سانپ) مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جس کا نام شنین ہے۔

شنین دراصل ننانوے سانپوں کا مجموعہ ہے۔ ہر سانپ کے سات سر ہیں جو اس کے جسم کو نوچتے ہیں۔ اس کو ڈنگ مارتے ہیں اور زہریلی پھونک سے اس کو عذاب دیتے ہیں۔

قرآن حکیم میں درج ہے، سورۃ تکاثر کی آیات مبارکہ چھ سے لے کر سات ملاحظہ ہوں۔

لترون الجحیم ○ ثم لترونها عین الیقین ○

تمہیں یقیناً" دوزخ میں ڈالا جائے گا اور تم یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔

دوزخ، لوح محفوظ، قلم، عرش، کرسی کے بارے میں تصورات قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں ملتے ہیں۔ قرآن حکیم میں دوزخ کی منظر کشی بھی کر دی گئی ہے۔

سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۴۴ میں ہے کہ

لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم ○

(دوزخ کے سات علیحدہ علیحدہ دروازے ہوں گے)

ہمیں اسلامی کتب میں سات درجات کا جو تصور ملتا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ جہنم ۲۔ حطمہ ۳۔ سعیر ۴۔ سقر ۵۔ جحیم ۶۔ ہاویہ وغیرہ۔ سب سے نچلی سطح ہاویہ کہلاتی ہے۔ جہاں منافقین کو ڈالا جائے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو میرے امتی پر تلوار اٹھاتا ہے اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

دوزخ کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ کو انہوں نے جواب دیا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا چنانچہ اس کا رنگ سفید ہو گیا پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو اس کا رنگ سرخ ہو گیا پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر دوزخ میں ایک سوئی کے برابر بھی سوراخ کر دیا جائے اور اہل دنیا کو وہ نظارہ دکھا دیا جائے تو تمام اہل دنیا مر جائیں گے۔ اس کی بدبو کی وجہ سے، اس کے چہرے کی خوفناکیوں کی وجہ سے، دوزخ کے سلسلے میں ہمیں ایک اور تصور وادی ویل کا بھی ملتا ہے۔ ویل دراصل ایک وادی کا نام ہے جو اتنی گہری ہے کہ اگر اس میں کوئی پتھر پھینک دیا جائے تو ستر سال اس میں گرتا رہے گا۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے جو ریاکاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس کا نام جب الحزن بھی ہے یعنی غم کا گڑھا۔ یہ دوزخ کی وہ وادی ہے جس سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ میں ستر ہزار وادیاں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ موجود تھے۔ اچانک انہوں نے ایک پتھر کے گرنے کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی آواز تھی؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو آج سے ستر سال پہلے دوزخ میں گرا تھا اور آج وہ دوزخ کی تہہ تک پہنچ چکا ہے۔ اس حدیث مبارک سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوزخ کی گہرائی کس قدر زیادہ ہے۔ دوزخ میں گندھک کی وادیاں ہیں دوزخ میں بچھو ہیں اور ایک طویل عذاب کا سلسلہ ہے۔

ترمذی، ابن حبان اور الحاکم نے لکھا ہے کہ اس دن سر پر ابلتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔ اس کے لئے قرآن میں ارشاد موجود ہے۔ سورۃ ابراہیم میں ہے کہ (اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے جسم کی انتڑیاں کٹ جائیں گی۔)

سورۃ ابراہیم میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے (کہ انہیں پیپ پلائی جائے گی) ایک اور جگہ ہے کہ انہیں تھوہر کی خوراک کھلائی جائے گی۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عذاب کی خاطر جسم کو بڑھا دیا جائے گا۔

کافر کے کان اور کندھے کے درمیان تیز رفتار سوار کا تین دن کا فاصلہ ہو گا۔ مسند احمد میں حدیث شریف ہے کہ کافر کی داڑھ کو احد پہاڑ کی طرح بڑھا دیا جائے گا۔ اس کی ران کوہ بیضاء کی طرح بڑھا دی جائے گی اور اس کے چمڑے کی موٹائی بیس گز تک کر دی جائے گی۔ ایک اور جگہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کافر کی زبان فرسخ تک بڑھی ہو گی اور اس کے قدموں کے نیچے روندی جائے گی۔ فرسخ قدیم پیمانہ ہے جو کہ آٹھ کلو میٹر کے برابر ہے۔ بعض بدبخت ایسے ہوں گے کہ ان کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک سات سو برس کا فاصلہ ہو گا۔ اگر ایک شخص لگاتار سات سو برس تک پیدل چلتا رہے تو جتنا فاصلہ وہ طے کرے گا اتنا فاصلہ ایک گناہگار انسان کے کان کی لو سے لے کر اس کے کندھے تک کا ہو گا۔ ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کی جلد کی موٹائی بڑھا کر ستر گز تک کر دی جائے گی اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر بڑھا دی جائے گی۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب مکاشفتہ القلوب کے صفحہ ۲۱۷ پر سورۃ النساء کی آیت مبارکہ ۵۶ درج کرتے ہیں۔

(کہ ہم ان کو عذاب کا مزہ چکھانے کے لئے ان کی جلدوں کو جلائیں گے اور بدل دیں گے۔)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ تفسیر کے ماہر تھے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ انسان کی جلد کو ایک گھڑی یا ایک دن میں کتنی بار جلایا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ چھ ہزار بار روزانہ بنی آدم کی جلد کو جلایا جائے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ مکاشفتہ القلوب کے صفحہ ۳۳۰ پر امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار میں نو سو ننانوے اشخاص دوزخی ہیں اور ایک کی بخشش ہو سکے گی۔ بس دن موت سفید اور سیاہ مینڈھے کی طرح پیش ہو گی اور اسے دوزخ اور جنت کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا اے جنتیو! ہمیشہ جنت میں رہو موت نہیں ہو گی اور اے دوزخیو! ہمیشہ دوزخ میں رہو موت نہیں ہوگی۔ پھر موت کا تصور قطعی طور پر ختم ہو جائے گا اور ایک حیات جاویداں کا آغاز ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں قیامت کی ہولناکیوں کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرش کی طرف رخ کئے اور منہ میں صور لئے ہوئے ہر وقت کھڑے ہیں اور حکم کے انتظار میں ہیں کہ کب حکم ہو کہ اس صور کو بجا دیا جائے۔ صور کو تین دفعہ پھونکا جائے گا۔ پہلے کو گھبراہٹ کی پھونک کہتے ہیں۔ دوسرے کو بے ہوشی کی پھونک اور تیسرے کو دوبارہ زندہ کرنے کی پھونک کہتے ہیں۔ لوگ پتنگوں کی طرح نمودار ہوں گے۔ پہلے نبی اکرم ﷺ کی قبر پھٹے گی اور آپ ﷺ جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ سورۃ مریم کی آیت مبارک ۸۶ میں لکھا ہے کہ

"ہم اس دن متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف وفد کی صورت میں لے جائیں گے مہمان کے طور پر اور ہم گناہگاروں کو جہنم میں پیاس کی حالت میں ہانکیں گے۔"

قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ جب انسان کا حساب کتاب شروع ہو گا تو ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اس دن چار باتوں کا سوال کیا جائے گا۔

۱ عمر کس کام میں فنا کر دی۔ ۲ بدن کس کام میں بوسیدہ کر دیا۔ ۳ علم پر کس قدر عمل کیا۔ ۴ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

اس طرح حدیث شریف سے ہمیں کرسی، عرش، مقربین **ملائکہ** کا تصور ملتا ہے۔ سورت بقرہ کی آیت مبارک ۲۵۵ میں لکھا ہے کہ

وسع کرسیہ السموت والارض۔ (اللہ تعالیٰ کی کرسی یعنی سلطنت تمام زمین اور آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہے۔)

شریعت اسلامیہ ہمیں فلک الافلاک، فلک اطلس،

فلک ہشتم اور فلک بروج کا تصور پیش کرتی ہے۔ اس دن اعمال تلیں گے اور اعمال کو اجسام عطا کر دئے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کا اس دن کوئی کسی کو یاد رکھے گا۔ نبی اکرم نے فرمایا کہ تین اوقات پر کوئی کسی کو یاد نہ رکھ سکے گا۔

۱ جب ترازو تل رہا ہو گا۔ ۲ جب اعمال نامہ ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ۳ اگر گناہ گار ہے تو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اگر نیک تھا تو پھر دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس وقت کوئی کسی کو یاد نہ رکھ سکے گا، جب پل صراط سے گزرنا ہو گا۔ پل صراط استرے کی طرح تیز ہے اور یہ دوزخ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت ابن مسعو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تلوار کی طرح تیز اور بال کی طرح باریک ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ تو پل صراط پر سے گزرتے ہوئے فورا" اس میں گر جائیں گے۔ بعض آندھی کی طرح گزریں گے۔ بعض کو آگ جھلس دے گی لیکن وہ بچ جائیں۔ بعض گھوڑے کی رفتار سے گزر جائیں گے۔ بعض عام انسان کی رفتار کی مانند اس کو عبور کریں گے۔

قرآن حکیم ہمیں میدان محشر کا بھی تصور دیتا ہے۔ سورۃ زمر کی آیت نمبر ۶۸ ہے۔

ثم نفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون ۔ "کہ دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور پھر وہ کھڑے ہو کر انتظار کریں گے"

یہ میدان محشر کی طرف اشارہ ہے۔ پہاڑ، درخت، وادیاں الغرض تمام اجرام فلکی زیر و زبر ہو جائیں گے۔ آسمان، ستارے، چاند سب ختم ہو جائیں گے اور حدیث میں ہے کہ آسمان پانچ سو سال تک پھٹتا رہے گا اور ظاہر ہے جیسا کہ پروفیسر ہاروے نے کہا تھا کہ روشنی تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر طے کرتی ہے لیکن آج تک اہل زمین تک بعض ستاروں کی روشنی نہیں پہنچ سکی۔ بعض اجرام فلکی اتنے دور ہیں تو ظاہر ہے ایسے وسیع تر نظام کے درہم برہم ہونے میں اور اس کے ٹوٹنے میں اور ختم ہونے میں یقیناً" پانچ سو برس صرف ہوں گے۔ قرآن حکیم ہمیں تصور دیتا ہے کہ آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنا شروع ہو جائیں گے۔ اس دن ہر شخص شرمندگی اور اپنے گناہ کے پسینے میں ڈوب رہا ہو گا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے جو عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہے کہ بعض کا پسینہ ایڑیوں تک ہو گا، بعض کا گھٹنوں تک، بعض کا رانوں تک، بعض کا کہنیوں تک اور بعض کا منہ تک اور بعض کو پسینہ ڈبو رہا ہو گا۔

ساتوں آسمان کے اور زمین کے فرشتے، جنات، شیاطین اور جنگلی جانور، درندے اور پرندے سب کا ہجوم ہو گا۔ اس دن سورج کی گرمی، سانس کی گرمی، شرم کی آگ سے دلوں کا جلنا، یہ کیفیت ہو گی۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن بادشاہ چیونٹیوں کی طرح روندے جا رہے ہوں گے۔ اس دن آنکھیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی ہوں گی اور چالیس برس تک انتظار کرنا ہو گا۔ اس دن مخلوق کا فیصلہ کس طرح ہو گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ مفلس کون ہے؟ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خود اس کا جواب دیا کہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہو گا۔ ایک شخص دیکھے گا کہ اس کی نمازیں بھی ہیں، روزے بھی ہیں اور اس کے اچھے اعمال بھی ہیں اور اس کی نیکیاں پہاڑ کی مانند ہیں۔ اچانک ایک شخص کھڑا ہو گا اور وہ کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا، ایک کہے گا اس نے میرا خون بہایا تھا، ایک کہے گا

کہ اس نے میری غیبت کی تھی چنانچہ اس کی نیکیاں کم ہو جائیں گی۔ ان برائیوں کے بدلے دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ کے برابر نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن دو بکریاں جنہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا تھا انہیں بھی اکٹھا کیا جائے گا اور جس ظالم بکری نے کے سینگ توڑے تھے یا سینگ مارا تھا تو بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے۔ اگر انسان کی نیکی ذرا برابر بھی ہو گی تو وہ اسے دیکھ لے گا اور اگر ذرا برابر بھی برائی ہو گی تو بھی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اس طرح قرآن حکیم اور حدیث مبارک میں جنت اور اہل جنت کی بھی منظر کشی کی گئی ہے۔ خدام کے ہاتھوں میں پیالے ہوں گے جن سے روشنی نکلے گی جو مشرق تک پھیلی ہو گی۔ حیات جاویداں، عرش کے آنگن میں اللہ کریم کا دیدار، بے شمار دروازے، موتیوں کی چٹائیاں، بجلی کی طرح سفید چھت، بچھے ہوئے مسند، خوبصورت سرسبز مسند، مختلف اقسام کے دستر خواں، سرخ یاقوتی محلات، عمدہ لذیذ خوشبودار مشروب، موتیوں کے خیمے، تازہ سفید کھجوریں، خوبصورت غلام، خوبصورت باغات، سفید موتیوں کے مرجان، پاک دل اور پاک نظر خواتین، خوبصورت برتن، خدام بچے، چاندی کے پیالے، جنت کی نہریں، شراب طہور، پھولوں کی خوشبو، کافور کے ٹیلے اور شیریں چشمے۔ یہ خوش نصیب انسانون کو اس دن نصیب ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ نمازی باب الصلوٰۃ سے گزریں گے۔ زکوٰۃ اور صدقہ دینے والے باب الصدق سے گزریں گے اور مجاہدین باب الجہاد سے داخل ہوں گے۔

جنت میں مکانات اور درجات بھی مختلف ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بلند مقام والے ایسے نظر آئیں گے کہ جیسے تم دنیا میں مشرق اور مغرب میں افق پر ایک ستارہ دیکھتے ہو۔

الغرض آئندہ آنے والی زندگی میں ہمیں برزخ کا تصور بھی ملتا ہے۔ برزخ عربی میں پردے اور آڑ کو کہتے ہیں۔ یہ تمام صورت حال ایک آڑ اور ایک پردے میں ہے اور جب انسان آنکھ بند کر لیتا ہے اور اس دنیا سے الوداع ہوتا ہے تو پھر وہ آئندہ آنے والے تمام حالات کو دیکھ لیتا ہے۔ عذاب قبر کو دیکھ لیتا ہے، دوزخ کو دیکھ لیتا ہے۔

اخروی حیات میں شہید کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اس قدر بلند درجہ ہو گا کہ وہ ایسے ستر رشتہ داروں کی سفارش کر سکے گا اور ان کی شفاعت کروا سکے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

اسی طرح علماء دس ایسے عزیز و اقارب کی شفاعت کرا سکیں گے جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو گی۔

جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی ہو گی تو وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی برائی کی ہو گی تو وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

میدان حشر میں ہر انسان کے پاس اگر وہ دین دار ہے تو نور کی مشعلیں ہوں گی۔ سورۃ حدید میں ارشاد ہے کہ بعض کے پاس اتنا نور ہو گا جیسے انگوٹھوں کے برابر، بعض ٹمٹماتے ہوئے چراغ ہوں گے۔ بعض کے آگے نور ہو گا۔ بعض کے بائیں طرف نور ہو گا۔

ہر شخص اپنے اس نور کے اندر اپنا یہ سفر طے کرے گا اور ظاہر کہ اس دن تمام اجرام فلکی زیر و زبر ہو چکے ہوں گے۔

کس قدر تاریکی ہو گی! کس قدر اندھیرے کی دبیز تہیں ہوں گی!

الغرض اس موقع پر ہر شخص اپنے ایمان کی روشنی

میں اپنا سفر طے کرے گا۔ بعض لوگ مشکل سے اپنا قدم دیکھ سکیں گے۔ بعض کا اتنا نور ہو گا کہ وہ عرب سے یمن تک دیکھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے ایمان کے بل بوتے پر آئندہ آنے والی زندگی کو کامیاب کر سکیں۔ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو، آمین!

نبی اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث سے جو کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں درج ہے کہ جو شخص بالشت بھر زمین غصب کرے گا تو اسے سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔ عام حالات میں یہ حدیث مبارک سمجھ نہیں آتی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس دن انسانوں کے اجسام اور عذاب کو بڑھا دیا جائے گا تاکہ ان پر عذاب مسلط ہو۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بعض لوگوں کو یہ کیفیت ہو گی کہ ان کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک کا فاصلہ سات سو برس کا ہو گا۔ تو ظاہر ہے اسی نسبت سے ان کی گردنیں بھی بڑھ جائیں گی اور وہ اتنی بڑھ جائیں گی کہ آسانی سے انہیں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگی ہی میں سچی توبہ کریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں احتیاط برتیں۔

اصل کامیابی اخروی زندگی میں کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

سوتے وقت بستر پر لیٹ کر کیا دُعا پڑھے؟

حدیث ـــ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ: حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو پہلے وضو کرو جیسے نماز کے لیے کرتے ہو پھر دائیں پہلو کے بل لیٹ کر یہ دُعا پڑھو: اَللّٰھُمَّ! اِنِّیْٓ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْٓ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْٓ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْٓ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ۔ اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْٓ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْٓ اَرْسَلْتَ۔ (اے اللہ! میں نے اپنا مُنہ (یعنی سر اور پورا وجود) جھکا دیا تیرے آگے اور اپنے تمام معاملات تیرے سپرد کر دیئے اور تجھ پر بھروسہ کر لیا۔ میں تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب کے ڈر سے تیرے حضور حاضر ہوں، تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانا نہیں اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور اگر ہے تو وہ خود تیری ذات ہے اے اللہ! میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبیؐ پر جو تو نے مبعوث فرمایا)۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد اگر تم اسی رات مر گئے تو تم دینِ اسلام پر مرو گے اور یہ دعا تمھارا آخری کلام ہونا چاہیے (یعنی اس کو پڑھنے کے بعد کوئی دنیاوی بات نہ کرے) حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو نبی کریم ﷺ کے سامنے دہرایا اور جب میں ان کلمات پر پہنچا: اللھم امنت بکتابك الذی انزلت الخ تو میں نے کہا: "و رسولك الذی ارسلت" تو آپؐ نے کہا: نہیں! کہو: "و نبیك الذی ارسلت"

اخرجه البخاری فی: کتاب ۴ الوضوء: باب ۷۵ فضل من بات علی الوضوء

کوئی تدبیر کیجیے؟

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم اللہ کی نازل کی ہوئی آخری سچی کتاب ہے جس کے بعد کوئی نیا نبی بھی مبعوث نہیں ہو گا کبھی کسی پر وحی نازل نہیں ہو گی کوئی نئی کتاب اتاری نہیں جائے گی اپنے نزول سے لے کر قیام قیامت تک انسانی معاشرے میں کتنی مادی تبدیلیاں آئیں حالات کتنے بدلیں تجارتی اصول ذرائع آمدورفت یا ذرائع ابلاغ میں کتنی جدت آئے دنیا کے ہر گوشے ہر ملک پر قوم ہر موسم اور ہر حال میں یہ کتاب قابل عمل ہے نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ انسانی معاشرے کے لئے بہترین عمل کا راستہ بتاتی ہے اور ہر خطہ زمین پر سلامتی آبرو اور سکون اس طریقے میں ہے جو یہ کتاب بتاتی ہے اس کے علاوہ سارے راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ آج کا معاشرہ اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے صرف اس بات پر کہ دنیا کے کسی گوشے میں کہیں کوئی ایسا چھوٹا سا معاشرہ وجود میں نہ آ جائے جس میں اس کتاب پر عمل ہوتا ہو۔ دنیا کا پورا غیر مسلم معاشرہ اس میں کسی ایک ملک کی تخصیص نہیں ہے دنیا کا ہر غیر اسلامی ملک اس میں فریق ہے سب ایک ہیں۔ **الکفر ملتہ واحدۃ** سارے جہاں کا کفر ایک ہی قوم ہے وہ اس سے کیوں ہراساں ہے اس لئے کہ کفر بندوں پر بندوں کی خدائی قائم کرتا ہے بندوں پر بندوں کی اجارہ داری قائم کرتا ہے بندوں کو بندوں کا غلام بناتا ہے اور یہ کتاب جو معاشرہ عطا کرتی ہے اس میں حکومت و سلطنت الوہیت اختیار سب اللہ کے پاس ہوتا ہے اور بندے سارے ہی بندے کہلاتے ہیں اگر کسی کے پاس حکومت ہو بھی تو وہ حاکم نہیں بن جاتا حکومت اللہ کی رہتی ہے اللہ کے دین کی رہتی ہے وہ اس کی بتائی ہوئی حدود کے اندر اسی کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ اس کی بتائی ہوئی حدود کے اندر اسی کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اپنی رائے اسی میں داخل نہیں کر سکتا بندوں پر بندوں کی خدائی قائم نہیں ہو سکتی۔ کفار کی تو یہ مصیبت ہے کہ انہوں نے اپنی خدائی بنا رکھی ہے اور یہ دنیا کے ہر ملک میں ہے جو خود کو بڑے بڑے جمہوریت کے چیمپئن اور امن کے داعی قرار دیتے ہیں ان ممالک میں جا کر دیکھیں تو وہاں بھی چند گھرانے یا چند خاندان یا چند FAMILIES یا چند پرسنٹ لوگ ہمیشہ اقتدار میں رہتے ہیں باقی ساری دنیا سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ نہیں پاتی۔ امریکہ جو دنیا میں سب سے بڑا جمہوریت کا علمبردار ہے امریکہ کی سینٹ میں یا امریکہ اسمبلی میں جو جاتا ہے اس کی نسلیں بھی وہیں گزرتی ہیں خود امریکہ میں بھی سارے وسائل اس بندے کے ہاتھ سے ہو کر آتے ہیں کہیں کسی کو ملازمت ملتی ہے تو اس کا سبب وہ ہے کسی کا کوئی بھی کام ہے تو وہ اس کے وساطت سے ہوتا ہے یوں اس کے پیچھے پیچھے چلنے پر لوگ مجبور رہتے ہیں اور چند فیصد لوگ ہیں جو

ہمیشہ اقتدار پہ قابض رہتے ہیں یہ جمہوریت جمہوریت کا محض ڈرامہ ہوتا ہے عام آدمی کا حال وہاں بھی یہ ہے کہ ایک آدمی دو جگہ ملازمت کرتا ہے آٹھ آٹھ گھنٹے اور وہاں ہماری طرح کی ملازمت نہیں ہوتی کہ آپ کبھی گئے کبھی نہ گئے حاضری لگا دی وہاں ملازمت سے مراد ملازمت ہوتی ہے اور اکثر دفاتر ایسے ہیں جہاں آدمی کو بیٹھنے کے لئے کرسی نہیں دی جاتی بلکہ آٹھ گھنٹے وہ کھڑے ہو کر ہی کام کرتا ہے کہ بیٹھنے کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا اور کام واقعی کام لیا جاتا ہے تو دو جگہ روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی کر کے اس میں آنے جانے کا بسوں کا وقت نکالئے اس کے پاس سولہ گھنٹے وہاں گزارنے کے بعد چار پانچ گھنٹے گھر کے لئے بچتے ہیں باقی آنے جانے میں لگ جاتے ہیں اور اگر کہیں کسی پہ کوئی مصیبت بن جائے بچہ بیمار ہو گیا یا کچھ اور ایسی افتاد آ پڑی تو لوگ تین تین جگہ کام کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں کے لوگ پاکستانی اکثر ٹیکسی ڈرائیور ہیں ایک نارمل روٹین یہ ہے کہ آدمی اٹھارہ گھنٹے روزانہ ٹیکسی چلاتا ہے یہ ایک عام سی روٹین ہے لیکن ایسے بھی ہیں جو جب ضرورت پڑ جائے تو چھتیس گھنٹے' اڑتالیس گھنٹے بھی کام میں جتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں راشد یہاں آئے ہوئے تھے وہ بتا رہے تھے کہ میں نے ایک دفعہ بہتر گھنٹے مسلسل گاڑی چلائی SEVENTY TWO HOURS اس لئے کہ نظام معیشت اتنا تنگ ہے اتنا ٹائیٹ ہے کہ عام آدمی کو روٹی کا ملنا آسان نہیں ہے۔ میرے پاس یہاں تصویریں پڑی ہیں میں نے وہاں سے لیں ایک تو یہ کہ OLD HOMES بنا دیئے گئے کہ ہر بوڑھے کو وہاں جا کر پھینک آؤ اور اس کی ماہوار فیس دیتے رہو ان کا ایک لگا بندھا شائل ہوتا ہے کہ صبح ایک کپ چائے ملے گی دو چپس ملیں گے آلوں کے' دوپہر کو ایک روٹی ملے گی یا توش ملے گا شام کو دو بسکٹ ملیں گے اور ایک کپ قہوے کا ملے گا رات کو وہ اپنی روٹین کے مطابق جانوروں کی طرح غذا دیتے رہتے ہیں کوئی بات کرنے والا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جب مر جاتا ہے تو وارثوں کو فون کر دیتے ہیں تمہارا بابا مر گیا وہ کمیٹی کو اطلاع دے دیتے ہیں کہ بابا مر گیا کمیٹی والے لے جا کر بھٹی میں جلا دیتے ہیں بات ختم۔ لیکن بیشتر ایسے ہیں جن کے گھر والے یہ خرچہ بھی نہیں دیتے ان بزرگوں کو آپ دیکھیں نیو یارک جیسے شہروں کی گلیوں میں ہوتے ہیں کوڑے کرکٹ سے چیزیں اٹھا کر جو گٹھری کمر پہ لٹکائی ہوتی ہے اور کوڑے کے ڈرموں میں سے بیئر کے ڈبے تلاش کرتے پھرتے ہوتے ہیں ہر ڈبے میں دو چار قطرے بچے ہوتے ہیں ایک ہاتھ میں ہوتا ہے اس میں انڈیلتے رہتے ہیں جہاں کہیں ایک گھونٹ بن گیا وہ سڑک پر کھڑے ہو کر گھونٹ بھر لیا وہ ڈبہ بھی پھینک دیا آگے چل پڑے عمر پوچھو اسی سال پچھتر سال پچاسی سال نوے سال ایک لنگوٹی بدن پر ہے اور پھر رہے ہیں کہیں سے کوئی ٹکڑا ڈبل روٹی کا مل گیا کہیں۔ یعنی کتاب اللہ سے تو وہ لوگ ہٹے ترقی کا بھی بڑا دعویٰ گیا مگر نتیجہ سامنے ہے۔

یہاں ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ویسے امریکہ کے خلاف بات کرتے رہتے ہیں امریکہ کا یہ کر دو وہ کر دو امریکی ایمبیسی اگر یہ کہہ دے کہ جو بھی پاکستانی امریکہ جانا چاہتا ہے اپنا گھر اور اپنی زمین ہمارے نام منتقل کرا دے اور اسے ہم ویزا دیتے ہیں امریکن سارا پاکستان خرید سکتے ہیں یہ سارے جانے کو تیار بیٹھے ہیں یہاں شاید ہی کوئی بچ جائے یعنی ہم خواہ مخواہ امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں یہ اس کی مہربانی ہے کہ وہ خریدتا نہیں ورنہ تو سارے پاکستانی بیچنے کو تیار بیٹھے ہیں اور بڑے تھوڑے ہوں گے شاید جو نہ جانے کی بات کریں ورنہ یہاں سب تیار بیٹھے ہیں جس کے پاس جتنی زمین جتنا مکان ہے بیویوں کے زیور ماؤں کے زیور بیچ کر پیسے دے آتے ہیں کہ کوئی امریکہ کا ویزا دے گا اور لوگ پیسے کھا جاتے ہیں انہیں اگر ایمبیسی والے دیں تو یہ دیر نہ کریں گے لیکن خود امریکہ کا یہ حال ہے یہ یہاں سے گئے وہ بھی لہرے بھی کرتے ہیں جنہوں نے پیسہ کمایا انہوں نے اتنا کمایا کہ اب ان سے پیسہ تو سنبھالا نہیں جاتا لیکن وہ پیسہ

لے کر امریکہ سے باہر نہیں جا سکتے تو ان کی نسلیں وہیں گم ہو جاتی ہیں پیسہ کما لیتے ہیں لیکن اولاد کھو دیتے ہیں میں نے کتنے لوگوں کی مدد اس بارے میں کی ہے کہ ہماری بچی کو یہ سمجھاؤ کہ کم از کم ہندو سے شادی تو نہ کرے والدین بیٹھے ہوتے ہیں مصلہ لے کر نمازیں بھی پڑھتے ہیں بیٹی اپنا ہندو بوائے فرینڈ لے کر دوسرے کمرے میں بیٹھی ہوتی ہے روک نہیں سکتے کیونکہ امریکہ میں رہتے ہیں۔

کفار تو خیر اس بات پہ مخالفت کرتے ہیں کہ یہ حال عام آدمی کا ہے لیکن چند لوگ جن کے پاس اقتدار ہے وہ تو فرعون بنے ہوئے ہیں یہی حال سوشلسٹ ممالک کا ہے یہی حال دوسرے کافر ممالک کا ہے اصل بات یہ ہے کہ مسلمان قرآن سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتا۔ کافر تو مخالفت کرتا ہے قرآن کی قرآن کے نظام کی۔ قرآن معاشرے کی قرآن کی تعلیمات کی اس لئے کہ کہ اس نے خود جو کچھ بنایا ہوا ہے وہ سارا تباہ نہ ہو کہ قرآن اپنا ایک نظام وہاں نافذ کرتا ہے تو اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو یقیناً" اس کی مخالفت کرے گا اور اسے کرنی چاہئے۔ ہندو کرے گا عیسائی کرے گا یہودی کرے گا دوسرے باطل مذاہب کریں گے انہیں کرنی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت بھی روئے زمین پر کم و بیش ساٹھ کے قریب ستاون اٹھاون ریاستیں ہیں جو مسلمانوں کی ہیں اور کسی ملک میں قرآن حکیم کو بحیثیت دستور کے کیوں نافذ نہیں کیا جاتا اس کی کوئی وجہ ہونی چاہئے اگر حکومت یا حکمران نہیں کرتے تو ایک عام آدمی' میں اور آپ' قرآن حکیم کو اپنا حاکم کیوں تسلیم نہیں کرتا۔ کرتے تو ہم بھی نہیں ہم بھی اپنی مرضی سے جینا چاہتے ہیں اپنی مرضی سے پیسہ کمانا چاہتے ہیں اپنی پسند کی جگہ خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی پسند کی دوستیاں دشمنیاں رکھنا چاہتے ہیں کتاب اللہ کو تو ہم بھی اپنے آپ پر حکومت دینے کو تیار نہیں ہیں۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ یہ گواہی دیتے ہیں۔ **تلک ایت القران و کتاب مبین** یہ قرآن کی آیات ہیں اور ایسی کتاب کی آیات ہیں جو ہر بات کو واضح اور روشن بیان کر دیتی ہیں کسی معاملے میں کوئی غلط فہمی نہیں چھوڑتیں **ھدی** ۔ یقینی بات ہے کہ یہ راہ ہدایت ہے اور یہ آیات ہدایت کی طرف بلاتی ہیں اور مزے کی بات ہے کہ یہ راہ ہدایت ہے اور یہ آیات ہیں یہ وہ طرز حیات ہے یہ وہ عقیدہ ہے یہ وہ عمل ہے بشریٰ کہ دنیا میں رہنے والے انسان کو آخرت کی کامیابی کی جنت کی ضمانت دیتا ہے بشارت دیتا ہے۔ یعنی مرنے سے پہلے گارنٹی دیتا ہے بلکہ مبارک باد دیتا ہے کہ تجھے مبارک ہو کہ تو اہل جنت میں سے ہے تو نجات یافتہ ہے تو اللہ کا مقبول ترین بندہ ہے تجھے کسی قسم کی پریشانی کا کوئی خوف نہیں ہے نہ موت کا نہ بعد الموت کا۔ لیکن فرمایا قرآن کی یہ صفات ایمان والوں کے لئے ہیں۔ **للمومنین**۔ ان لوگوں کے لئے ہیں جن میں نور ایمان ہو۔ نور ایمان ہم کس کو کہیں گے جب کہ ہم سارے ایمان کے مدعی ہیں ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر اور ایمان کیا ہو گا جب ہم اسے قبول کرتے ہیں ایمان دراصل دل کے اس رشتے کا نام ہے جو کسی کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قائم ہو جائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل غائبانہ طریقے پر اللہ سے جڑ جائے اللہ کو دیکھے بغیر اللہ جل شانہ کی بات سنے بغیر اللہ سے ہم کلام ہوئے بغیر نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر اتنا اعتماد ہو کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی وہ آپ کے فرمانے سے اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہو یہ ایمان ہے اور یہ تو ایک باطنی اور پوشیدہ حالت ہے ایک باطنی کیفیت ہے اب اس کا اندازہ تو کوئی کسی کا نہیں لگا سکتا ہر ایک آدمی اپنے حال سے کسی حد تک واقف ہے لیکن اللہ ہی بہتر جانے تو فرمایا اس کے ظاہری آثار بھی ہیں۔

الذین یقیمون الصلوۃ۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندہ نماز کو قائم کرنے والا بن جائے نماز پڑھنے والا نہیں کہا قرآن نے۔ نمازی بن جاتا ہے یہ نہیں کہا نماز کو قائم کرنے والا بن جاتا ہے یعنی اس کے طفیل اس کی کوشش و محنت یا اس کا تعلق و واسطہ یا اس کی بات سے جہاں تک

اس کا اثر ہوتا ہے وہاں تک اقامت صلوٰۃ کا کام ہوتا ہے دوسرے لوگ بھی نمازی بنتے چلے جاتے ہیں۔ **اقامت صلوٰۃ** میں **علماء** تفسیر نے نماز کے فرائض سنن واجبات اور مستحبات تک کو نگاہ میں رکھنے کا ذکر فرمایا ہے یہ بھاگتی دوڑتی نمازیں یہ جلدی جلدی کی اٹھک بیٹھک یہ بے ربط الفاظ جن کی ساری زندگی تصحیح نہ کی گئی ہو کسی کے مفہوم کا معنی کا پتہ ہی نہ ہو یہ **اقامت صلوٰۃ** میں نہیں آتے بلکہ جو سمجھ کر جان کر پوری ترتیب کے ساتھ پورے سکون کے ساتھ ادا کرے اور پھر نماز کے احیاء کا سبب بن جائے اقامت کا سبب بن جائے۔

ویوتون الزکوۃ ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ عرفاً اصطلاح شریعت میں اس ٹیکس کو کہہ دیا گیا ہے ویلتھ ٹیکس یا دولت کا وہ ٹیکس جو اللہ کریم نے ہر مسلمان پر عائد کر دیا ہے کسی کے پاس ایک سال تک اگر چالیس روپے اس کے باقی رہے۔ لیکن قرآن میں صرف فرض صدقات کی بات نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ میں نفلی صدقات کے علاوہ وہ چیزیں آئیں گی کہ جو ہمیں استعداد اللہ نے دی ہے مال دیا ہے مال پر زکوۃ ہے علم دیا ہے علم پر زکوۃ ہے قوت دی ہے اس پر زکوۃ ہے طاقت دی ہے اس پر زکوۃ ہے تو جو جو قوتیں اللہ نے ہمیں دی ہیں ان قوتوں سے جن سے اپنی روزی ہم پیدا کرتے ہیں اپنے لئے دنیاوی چیزیں حاصل کرتے ہیں کیا وہ قوتیں اللہ کی راہ میں بھی خرچ ہوتی ہیں یعنی ایمان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ قوتیں وہ وسائل وہ طاقتیں جو اللہ نے اسے دی ہیں انہیں صرف اپنا پیٹ پالنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے دین کے احیاء کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ۔

و ھم بالاخرۃ ھم یوقنون ﴿﴾ آخرت کا انہیں اتنا یقین ہوتا ہے کہ جو کام بھی کرتے ہیں آخرت کے حوالے سے کرتے ہیں کام کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے دنیا کے حوالے سے اس میں۔ خواہ آخرت تباہ ہو جائے دنیوی فائدہ مدنظر رکھا جائے گا آخرت کے حوالے سے کام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آخرت تباہ نہ ہو بیشک اگر دنیا میں نقصان بھی ہو جائے تو فرمایا ایمان کی دلیل کی یہ ہے کہ اس کا کردار آخرت کے یقین میں ڈھل جاتا ہے اور جو کام بھی وہ کرتا ہے اس اعتماد سے کرتا ہے کہ اس کا ثمر آخرت میں بہتری کی صورت میں ملے گا اگر دنیا میں بھی فائدہ ہوتا ہے الحمدللہ لیکن آخرت کے بدلے اگر نقصان بھی ہوتا ہے تو وہ گوارا کر لیتا ہے فرمایا یہ تین بنیادی اوصاف ہیں زندگی کا ہر شعبہ یعنی عبادات بھی اس میں آ گئیں معاملات بھی اس میں آ گئے لین دین اور دولت کا معاملہ بھی اس میں آ گیا اور عام کردار اخلاقیات وہ بھی اس میں آ گئے۔ عبادات اخلاقیات اور معاملات پر عظمت الٰہی اور عظمت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صداقت قرآن کی مہر لگ جاتی ہے یہ دلیل ہے ایمان کی۔ اور اپنے کاموں کو آخرت کے حوالے سے کرتا ہے۔ اگر اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی بندے میں یہ اوصاف نہیں ہوں گے تو وہ قرآن سے مستفید نہیں ہو سکے گا۔ اور ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو الگ رکھ کے نفاذ اسلام کی بات کرتا ہے کہ میں جو کرتا ہوں وہ تو خیر ہے دوسروں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے قرآن بات کرتا ہے فرد کے ساتھ اور قرآن قوم کی تعمیر افراد پر رکھتا ہے کہ ہر فرد کی اصلاح ہوتی جائے ہر شخص یہاں ہر بندے کے ذاتی تعلق ذاتی ایمان اور ذاتی یقین جو آخرت کے ساتھ ہے اسے زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور فرمایا ابتلائے الٰہی یہ ہے کہ۔

ان الذین لا یومنون بالاخرۃ ۔ تو جو لوگ آخرت کے یقین سے محروم ہو جاتے ہیں۔ **زینا لھم اعمالھم**۔ سب سے بڑی سزا اللہ کریم فرماتے ہیں جو انہیں دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنی برائی پر بھی فخر ہونے لگتا ہے وہ اسے اپنی بڑائی سمجھنے لگتے ہیں آپ نے دیکھا اس معاشرے میں لوگ مسلمان ہونے کے صرف مدعی ہی نہیں بلکہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں تسبیح بھی ہاتھ میں ہوتی ہے اور سود کھاتے ہیں شراب بیچتے ہیں ہیروئین بیچتے ہیں افیم

بیچتے ہیں ناجائز کے فائدے اٹھاتے ہیں جھوٹ بول کر حکومت سے قرض لیتے ہیں پھر وہ قرض کھا جاتے ہیں۔ عام آدمی کا پیسہ ہوتا ہے ساری زندگی سودی کاروبای کرتے ہیں سود پر قرضے لیتے ہیں سود پہ دیتے ہیں اس کے ساتھ ہر حج میں بھی حاضر ہیں تبلیغی چلوں میں بھی حاضر ہیں ایسا کیوں ہے؟ فرمایا ایسا اس لئے ہے کہ انہیں آخرت پر ایمان ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کی نمازیں اور تسبیحات اور چلے بھی دنیوی بھرم رکھنے کے لئے ہیں انہیں آخرت پر یقین نہیں اگر آخرت پر یقین ہوتا تو اس کے عمل اور عملی زندگی میں تبدیلی آتی حرام کھانے سے رک جاتا دوسروں کا مال لوٹنے سے رک جاتا دوسروں کو دھوکا دینے سے رک جاتا اس ملک میں بڑے بڑے لوگوں نے جو بنکوں سے قرضے لے کر معاف کرائے ہیں باقی لوٹ مار چھوڑ دیں صرف وہ قرضے واپس لئے جائیں تو ملک کا سارا قرض ادا ہو کر رقم بچ جاتی ہے یعنی جتنا وطن عزیز غیر ملکی قرضوں کے نیچے دبا ہوا ہے اس سے زیادہ رقم ان بڑے بڑے لوگوں کے پاس ہے جنہوں نے قرض کے نام پر بنکوں سے لی اور پھر انہیں معاف کر دی گئی اور دیکھیں کیسا عجیب اسلامی معاشرہ ہے۔ ہمیں اس معاشرے کو اسلام کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی کہ ایک کاشتکار یا ایک غریب زمیندار زرعی بنک سے چند سو یا چند ہزار لے لیتا ہے تو مرنے کے بعد بھی وارثوں سے اس کی جائیداد قرق کی جاتی ہے اسے معاف نہیں ہوتی رقم پوچھو تو پانچ ہزار ہو گی دس ہو گی پندرہ ہو گی اور جو اربوں روپے قرض لیتے ہیں کروڑوں لیتے ہیں اور اچھے بھلے مالدار ہوتے ہیں ان کی ملیں چل رہی ہوتی ہیں ان کے کارخانے چل رہے ہوتے ہیں سینکڑوں مربع اراضی ہوتی ہے مگر حکومت انہیں معاف کر دیتی ہے ان سے واپس ہی نہیں لیتی۔ اب اس کردار کے ساتھ دعویٰ اسلام؟ بھلا کیسے مطابقت کھاتا ہے عجیب بات یہ ہے ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں کتنے لوگ یہاں کتنا عرصہ رہے۔ کوئی بھی زیادہ دیر نہیں رہ سکا۔ ہر جانے والا بڑے عبرت انگیز طریقے سے گیا۔ لیکن ہو آنے والا یہ سمجھتا ہے کہ میری زندگی اور میری حکومت ہمیشہ رہے گی۔ کیا یہ لوگ پاگل ہیں؟ یا بے وقوف ہیں یا اتنے جاہل ہیں کہ حالات کا تجزیہ نہیں کر سکتے؟ یہی عذاب الٰہی ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

زینا لھم اعمالھم۔ انہیں پر یہ اللہ کا عذاب ہے کہ اسے خوف خدا نہیں آتا۔ اپنی عاقبت کی فکر بھول جاتی ہے اپنا انجام بھول جاتا ہے اور وہ بندہ وہاں جم جاتا ہے اور کہتا ہے میرا تو کوئی کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتا۔ پھر اس کا انجام کتنا عبرت انگیز ہوتا ہے لیکن بعد میں آنے والا پھر وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ فرمایا یاد رکھو جو لوگ گناہ پر فخر کرتے ہیں برائی پر جنہیں ناز ہوتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا عذاب ہے وہ ایک عام آدمی ہو یا حکمران وہ گلی محلے کا چور ہو جو اپنی چوری پہ اپنے کو بڑا آدمی سمجھتا ہے آپ گلی محلے کا ایک چھوکرا دیکھیں جو بدمعاش کہلانے پر بڑا فخر محسوس کرتا ہے آپ ایک عام گلی محلے میں کھڑا ہوا لڑکا دیکھیں جو بڑا ٹیڑھا منہ کر کے چرس کا سگریٹ پیتا ہے اور خود کو بڑا سمجھتا ہے کہ میں نے بڑا تیر مار لیا یعنی برائی پر فخر کرتا ہے اس عام آدمی سے لے کر حاکم تک' حکمران تک' حکومت تک جتنے لوگ برائی پہ اور ظلم کر کے اکڑتے ہیں اور خود کو قابل فخر سمجھتے ہیں۔ ان سب پہ اللہ کا عذاب نازل ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم جو ان کی بات کر رہے ہیں بری ہم بھی نہیں ہیں ہم بھی مصیبت میں ہیں۔ ہم کیوں مصیبت میں ہیں؟ اس لئے کہ ہم پر بھی اللہ کا عذاب ہے ہمارا یقین آخرت کے ساتھ اتنا نہیں ہے جتنا دنیوی مفاد کے ساتھ ہے ہم بھی سچی بات نہیں کرتے ہم بھی کھری بات نہیں کہتے ہمارا کردار کھرا نہیں ہے جتنی ہماری جرات ہے اتنا ہم بھی جھوٹ بولتے ہیں جتنی ہماری حیثیت ہے اتنا ہم بھی غلط کام کرتے ہیں غلط لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں غلط لوگوں کی حمایت کرتے ہیں غلط لوگوں کے پیچھے جاتے ہیں غرض کیا ہوتی ہے دنیوی فائدے وہ دنیوی فائدے تو کیا ملتے اللہ کریم فرماتے ہیں اس کردار کے لوگوں کو بتا دو۔

اولئک الذین لھم سوء العذاب۔ ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ بڑے بڑے عذاب ہوتے ہیں بڑے درد ناک عذاب جس حال میں آج ہم، ہماری قوم، مسلمان ہونے کے باوجود، جس عذاب میں مبتلا ہیں دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کو اتنی ذلت میں نہیں دیکھا۔ قتل ہوتے ہیں دنیا میں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اور بڑے ظالمانہ طریقے سے ہوتے ہیں یہاں بھی ہوتے رہے ہم بھی دیکھتے رہے خاندانی جھگڑوں میں قبائلی جھگڑوں میں لوگ مرتے رہے ایک دوسرے کو مارتے رہے خاندانی جھگڑوں میں قبائلی جھگڑوں میں لوگ مرتے رہے قتل کرتے رہے بڑے بڑے ظلم کئے لوگوں نے ہوتے رہے لیکن کبھی ایسا ظلم آپ نے کبھی سنا ہے کہ ایک گھر کے نو افراد ہوں ان میں ماں باپ، دادی دادا، بہن بھائی، ہوں پھر کلاشنکوف لے کر بندے کھڑے ہو جائیں اور ان سب کے سامنے ان کی جوان بچیوں سے بدکاری کریں اور اس کے بعد ان سب کو قتل کر دیں کبھی آپ نے یہ پڑھا سنا ہے دنیا کی کسی تاریخ میں کبھی آپ نے یہ سنا ہے کہ فیصل آباد بس جا رہی تھی شیخوپورہ فیصل آباد روڈ پر روک لی گئی۔ ساری بس کی سواریوں کو لوٹا۔ ایک جوان بچی اس میں بیٹھی تھی اسے نیچے اتار لیا اور آٹھ آدمیوں نے اس کے ساتھ زبردستی بدکاری کی پھر اسے بے ہوش بس کے قریب پھینک کر خود ٹریکٹر ٹرالی پر بھاگ گئے۔ یعنی ڈاکے تو ہونا الگ بات ہے۔ اس کے ماں باپ بے ہوش ہو گئے چیخ چیخ کر کہتے رہے یہ کیا؟

مر جاتے کوئی تو داد فریاد ہوتی۔ اس قوم کی تو انسانی غیرت بھی ختم ہو گئی ہے۔ ان کے پاس کلاشنکوف تھی۔ تو گولی مار دیتے دو چار مرتے تو سہی۔ کسی کو مارنا تو پڑتا انہیں۔ اف نہیں کی کسی نے۔ حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ وہ نو جنھوں نے مارے انہیں عدالت چھوڑ رہی ہے مجبور ہے عدالت۔ اگلوں نے چھڑوا دیے وہ آج گھر بھی آ گئے ضمانت لے لی عدالت نے اور یہ جو ہیں جی پتہ ہی نہیں چلتا ٹریس ہی نہیں ہوتے یعنی آج تک کسی ڈاکے کا ایک ملزم نہیں پکڑا گیا۔ اگر کوئی پکڑا جاتا ہے تو سیاسی مخالفت میں حکومت کی مخالفت میں کسی عوامی نمائندے کی مخالفت میں یہ سب کچھ تو فرعون کی خدائی میں بھی نہیں ہوا تھا۔ بڑا ظلم کیا اسرائیلیوں کے ساتھ قبطیوں نے مصر میں۔ مظالم کی حد کر دی۔ مگر یہ ظلم قبطیوں نے بھی اسرائیلیوں کے ساتھ نہیں کیا آپ پوری فراعنہ کی تاریخ میں یہ ظلم نہیں دکھا سکتے کہ کسی کو قتل کرنے سے پہلے اس کی بیٹی سے زنا کیا جائے یا کسی کو لوٹنے سے پہلے اس کی بچی کو بے آبرو کیا جائے کہیں فراعنہ کی تاریخ میں تو دکھا دیں یہ اس طرح کا ذلت آمیز جرم فرعونوں کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ پتہ نہیں ہم کس برتے پہ قرآن پڑھتے ہیں اور کون سا قرآن ہے جس کو ہم مانتے ہیں کس قسم کے مسلمان ہیں ہم۔ سمجھ نہیں آتا۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں اللہ کے وہ بندے تو بے مثال تھے اس دور کو الگ رکھیں خیرالقرون کو الگ رکھیں۔ ایک یتیم لڑکی نے ہندوستان سے فریاد کی کہ راجہ داہر کی فوج نے ہمارے جہاز لوٹ لئے اور ہمیں قیدی بنا لیا شمال میں روما کی سرحدوں پر اور جنوب میں افریقہ میں افواج لڑ رہی تھیں مسلمانوں کے پاس دارالخلافے میں فوج نہیں تھی انہوں نے دیہات میں اعلان کر دیا کہ جہاد کی ضرورت ہے لوگ دیہات سے آئے فوج بن گئی اور انہوں نے پورا ہندوستان فتح کر ڈالا ایک بچی کو آزاد کرانے کے لئے پورا برصغیر فتح کر ڈالا چین تک چلے گئے اب اگر کہا جائے کہ ہم بھی مسلمان ہیں کس منہ سے کہا جائے یہ مسلمانی ہے جو ہو رہا ہے اور یہ ہم کتاب کو مان رہے ہیں یا آخرت پر ایمان ہے ہم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ہم بالکل کسی کو نہیں مان رہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان باتوں پر نہ حکومت کو دکھ ہوتا ہے اور نہ اپوزیشن ہی ساتھ دیتی ہے یعنی آپ کی کوئی سیاسی جماعت، کوئی اقتدار کا چاہنے والا، کوئی ملک پر حکومت بنانے کے خواب دیکھنے والا ان باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ کہتا ہے عام آدمی کی تو قسمت میں ہے یہی اس کے ساتھ ہوتا رہے۔ حکمران بیان

دیتے ہیں جی امن عامہ کے حالات ٹھیک ہیں حالات کنٹرول میں ہیں سب اچھا ہے ہر طرف۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ "سب اچھا" ہمیں بھی قبول ہے اور ہم اس حال میں قبر میں جانے کو تیار ہیں؟ ہمارے پاس جواب ہے کوئی؟ کہیں تو کسی میں یہ توفیق ہو' کچھ نہ کر سکے کم از کم اس ظلم کے خلاف بات تو کرے۔ یہاں تو بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ جو بات کرتا ہے اس کی بات پہ قدغن لگا دیا جاتا ہے آپ بات نہیں کر سکتے۔ لو اور بات کر لو حکومت نے پابندی لگا دی کہ آپ بات نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ اللہ نے زبان دی ہے جو بات حق ہے وہ کریں گے۔ جہاں ہم غلط کرتے ہیں آپ وہاں روک دیں۔ جو جرم کرتے ہیں اس کی سزا دیں لیکن اس ساری بے حسی کے ذمہ دار میں اور آپ ہیں ہم جیسے ہم عام آدمی کہتے ہیں یہ عام آدمی ذمہ دار ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ہے اس کی پیر صاحب کو۔ وہ اپنے حجرے مبارک میں بڑے محفوظ بیٹھے ہیں۔ کوئی کسی کو مولانا کو اس کی تکلیف نہیں ہے وہ اپنے گھر میں بڑا محفوظ و مامون بیٹھا ہے۔ کسی سیاست دان کو کوئی دکھ نہیں ہے اس کی گاڑی کے آگے پیچھے پولیس ہوتی ہے۔ کسی حاکم کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ مر رہے ہیں جو حکومتیں بناتے ہیں اے کاش ہم حکومتیں بناتے وقت یہ دیکھ لیتے کہ ہم اپنی جان اپنی آبرو اپنا مال اپنا سب کچھ کن ڈاکوؤں کے سپرد کر رہے ہیں۔ کاش ہم آخرت کو مدنظر رکھ کر ووٹ دیتے۔ کاش ہم اپنی رائے دینے کے لئے یہ بھی دیکھ لیتے کہ یہ بندہ اللہ پر ایمان بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ یہ جو ہمیں ایک اطمینان ہے کہ میں خریت سے ہوں یہ ہمارا جھوٹا اطمینان ہے' اس گاڑی میں میں بھی ہو سکتا ہوں آپ بھی ہو سکتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ انہی لوگوں کی گاڑی روکی گئی جس بس میں میں اور آپ سفر کرتے ہیں وہ گاڑی بھی ہو سکتی ہے۔ خدا کے لئے کم از کم' اب تو سوچئے اس کا کوئی راستہ نکالئے کوئی تدبیر کیجئے میں تو سمجھتا ہوں کہ ہماری تو دعائیں بھی بے اثر ہیں اور حقیقت ہے بے غیرتوں کی دعائیں نہیں سنی جاتیں۔ غیرت ایمانی ہی نہ ہو جس قوم میں کس منہ سے دعا کریں ہم سود کھا کر دعا کریں حرام کھا کر دعا کریں بدمعاشوں بے دینوں اور بدکاروں کو اختیارات دے کر دعا کریں پھر ہم دعا کریں کس منہ سے دعا کریں یعنی ہم لوگ تو اس قابل نہیں رہے کہ ہم دعا بھی کر سکیں۔ تو کم از کم پہلی بات تو یہ کیجئے کہ اپنے آپ کو اس آگ سے بچایئے خود اس کا حصہ مت بنئے حلال کھا لیجئے خواہ دو وقت کی بجائے ایک وقت کھانا پڑے فاقہ کر لیجئے حرام چھوڑ دیجئے یہ بنکوں کا سود اتنا ہی حرام ہے جتنا کوئی سود حرام ہو سکتا ہے جو آپ لوگ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ اس کا ثمر ہے سود کھانا چھوڑ دیجئے بدکار برے آدمی کی حمایت کرنا چھوڑ دیجئے خواہ وہ عزیز ہو رشتہ دار ہو یا دوست ہو یا کوئی ہو یہ جو میں اور آپ ووٹ دیتے ہیں یہ بیعت امارت ہے بیعت کرتے وقت کسی آدمی کا دین ضرور دیکھئے کردار دیکھئے کہیں کسی جگہ کوئی ایسا ہو جو ان کا راستہ روکنے کی کوشش اور جرات کرے اور جو ہو سکتا ہے وہ تو کیا جائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اولئک الذین لھم سوء العذاب۔ ایسے لوگوں کو بڑے دردناک عذاب دیئے جاتے ہیں اور یہ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے یہ کتنے تکلیف دہ عذاب ہیں ایسے عذاب تو آل فرعون پر بھی نازل نہ ہوئے یہ حشر ان کے ساتھ بھی نہیں ہوا تھا۔ **و ھم فی الاخرۃ ھم الاخسرون** ۔ اگر اسی حال میں بن توبہ کے مر گئے تو آخرت میں اور زیادہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہوں گے اور فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ باتیں محض باتیں ہیں۔

و انک لتلقی القران من لدن حکیم علیم - آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جو قرآن نازل کیا جاتا ہے یہ اللہ کا کلام ہے جو صاحب حکمت بھی ہے اور صاحب علم بھی ہے سب جانتا ہے اور جس کے سارے فیصلے حکمت پر مبنی ہیں ہر کردار کا ایک ثمر ہے جو کردار لوگوں نے اپنا رکھا ہے اس پر وہ پھل لگ رہا ہے جو کچھ لوگ بو رہے ہیں اس کی فصل کاٹ رہے ہیں اور کم از کم ہم اپنے آپ کو اس

ظلم سے روک لیں اور ایک بندے کی وجہ سے جو عذاب آ رہا ہے اس میں تو کمی آ جائے گی کچھ تو شدت میں کمی ہو گی ہم دس بندے توبہ کر لیں تو دس طرح کی کمی تو اس میں آئے گی ہزار بندہ توبہ کر لے۔

خدا کے لئے، عاقبت کے لئے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اپنے کردار پر خود غور فرما کر خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کس حال میں جینا چاہتے ہیں کس حال میں مرنا چاہتے ہیں اور کس حال میں قیامت کو اٹھنا چاہتے ہیں اللہ کریم ہم سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دُعا پورے وثوق واعتماد سے مانگنا چاہیے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو ایسا کر دے وغیرہ

—— حدیث انس ؓ: حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب دعا مانگے تو بڑے عزم واعتماد سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے یہ ہرگز نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے دے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۲۱ لیعزم المسألة فانه لا مکرہ له

—— حدیث ابوہریرہ ؓ: حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کو دُعا میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ پُر زور طریقہ سے اور پورے وثوق واعتماد کے ساتھ سوال کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۲۱ لیعزم المسألة فانه لا مکرہ له

تکلیف یا مصیبت کے وقت موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے

—— حدیث انس ؓ: حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی پر اگر کوئی تکلیف یا مصیبت نازل ہوجائے تو وہ (اس سے گھبرا کر) موت کی آرزو ہرگز نہ کرے۔ اگر موت کی تمنا کرنا بہت ضروری ہو تو پھر اس طرح دعا مانگے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ اس وقت تک جب تک زندہ رہنا میرے لیے خیر اور بہتر ہو اور اگر موت میرے لیے خیر و بہتر ہے تو مجھے موت دے دے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۳۰ الدعاء بالموت والحیاة

ان العبد اذا صلی فی العاینته فاحسن وصلی فی السر فاحسن قال اللہ تعالٰی ھذا مبدی حقا (ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ آدمی جب لوگوں کے سامنے نماز پڑھے اور عمدہ طریقے سے پڑھے اور جب اکیلے پڑھے تو اسی طریقے سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا حقیقی بندہ ہے۔

سوال آپ کا

سوال : علم کی فرضیت کے متعلق مرد و عورت کے لئے جو حکم ہے وہ محض دین علم کے لئے ہے یا دنیاوی علوم کے لئے بھی؟

جواب : یہ انداز کہ دین اور دنیا کو دو الگ شعبوں میں تصور کیا جائے یہ سوچ ہی بنیادی طور پر غلط ہے مومن کے لئے کوئی الگ شعبہ نہیں ہے کہا یہ جاتا ہے غالباً کسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے مجھے صحیح یاد نہیں کہ مومن کی دنیا بھی دین ہے اور کافر کا دین بھی دنیا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ مومن جو دنیا کا کام بھی کرتا ہے وہ دینی احکام اور حدود کے اندر رہ کر اس انداز سے کرتا ہے جس انداز سے کرنے کی اجازت شریعت دیتی ہے تو شریعت کے مطابق کوئی عمل بھی کرنا وہ عبادت ہے وہ دین ہے وہ دنیا نہیں ہے کافر کوئی مذہبی رسم بھی ادا کرتا ہے تو اس کے پیچھے کوئی اللہ کی رضا یا آخرت کا تصور نہیں ہوتا کوئی دنیوی فائدہ ہوتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ ایسا کرنے سے مجھے یہ دنیوی فائدہ ہو گا اس لئے کافر کا دین بھی دنیا ہے علم دین اس علم کو کہا جاتا ہے جو معرفت الٰہی عطا کرتا ہے اسے ہم علم دین کہہ دیتے ہیں جس میں اللہ کی ذات اس کی صفات آخرت حشر نشر عذاب ثواب فرشتے یا ایمانیات کے دوسرے شعبے جو ہیں ان کے بارے جو ہمیں معلومات فراہم کرتا ہے یا ہماری رہنمائی کرتا ہے اسے ہم دینی علم کہہ دیتے ہیں لیکن یہ سارا کچھ اس وقت بے کار ہو جاتا ہے جب کسی کو دنیا میں رہنے کا سلیقہ نہ آتا ہو دنیوی امور کو سمجھتا نہ ہو رزق کمانے کا معقول طریقہ نہ آیا ہو کاروبار نہ کر سکتا ہو کام نہ کر سکتا ہو اور حصول رزق کے معاملے میں محتاج ہو تو پھر وہ سارا کچھ جو وہ جانتا ہے وہ تو کسی کام نہ آیا یعنی معرفت الٰہی کے ثمرات جو ہیں اس دنیا میں وہ یہ ہے کہ ایک بندہ اللہ کی معرفت سے محروم ہے اس کی زندگی جانور کی طرح ہے قرآن حکیم فرماتا ہے

اولئک کالانعام بل ھم اضل چوپائے سے بھی گیا گزرا ہے کہ چوپائے میں فطری استعداد نہیں ہے معرفت کی اور اس میں فطری استعداد تھی اس نے زندگی چوپاؤں کی طرح گزار دی چوپائے کی زندگی یہ ہوتی ہے کہ اسے صرف پیٹ بھرنا ہے اسے یہ ضرورت نہیں کہ یہ فصل اپنا ہے بیگانہ ہے یا اس کے کھانے کی اجازت ہے یا نہیں ہے اسے جب گوبر کی حاجت ہوئی گوبر کرنی ہے اسے اس کی فکر نہیں ہے کہ میں گلی میں کر رہا ہوں سڑک پر کر رہا ہوں یا کسی سے پردہ کرنا ہے یا سامنے۔ فطری تقاضے اسے پورا کرنے ہیں وہ اپنے وجود کے فطری اور تخلیقی تقاضوں کے تابع ہوتا ہے جب بھوک لگی ہے پیٹ بھرنا ہے جگالی کرنی ہے گوبر کرنا ہے بچے پیدا کرنے ہیں یہ سارا ایک فطری عمل ہے جس کے تابع وہ زندگی گزار جاتا ہے۔

انسان کو بھی اگر معرفت الٰہی نصیب نہ ہو تو وہ بھی اس سطح پر چلا جاتا ہے اور اس کی زندگی جانوروں کی سی زندگی بن جاتی ہے اسے پیسہ چاہئے حلال حرام کی تمیز نہیں اسے اقتدار چاہیے اس کے لئے لاکھوں لوگوں کی جانیں جاتی ہیں یا لوگ قتل ہوتے ہیں یا ملک برباد ہوتا ہے ہوتا رہے اسے اس سے غرض نہیں یہ دین و دنیا کو الگ کرنے کا یہ تصور صحیح نہیں ہے فرائض کا جاننا فرض ہے جس طرح نماز فرض اس کے فرض ہے اس کے فرائض اور اس کے فرض اور اس کے متعلقات کا

جاننا فرض ہو جائے گا اس طرح وضو بجائے خود فرض نہیں لیکن جب نماز فرض ہوتی ہے تو بالواسطہ وضو فرض ہو جاتا ہے پھر اس کے متعلق جاننا فرض ہو جائے گا واجبات کا جاننا واجب ہے اس طرح حصول رزق حلال بھی فرض ہے تو اگر حصول رزق فرض ہے تو اس کے وسائل جو ہمیں وہ جاننا پھر فرض ہو جائے گا تو پھر یہ دنیا تو نہ رہی یہ ساری دین ہو گیا لہٰذا مومن کے لئے ضروریات دین کا جاننا اور حصول رزق کے ضروری وسائل کا جاننا یہ سارا فرض ہے جو جو باتیں فرض ہیں ان کے متعلقات کو جاننا ان کی تکمیل کے لئے فرض ہو جاتا ہے تو دنیا اور دینی علوم الگ الگ نہیں ہیں ہاں دو شعبے ضرور ہیں جسے دینی علم کہتے ہیں وہ اللہ کی معرفت اس کی ذات یا اس کی عبادات یا فرائض و واجبات کے بارے ہوتا ہے جسے ہم دنیوی کہہ دیتے ہیں وہ حصول رزق کے وسائل یا رشتہ داریاں یا تعلقات یا دوست یا دشمن ان چیزوں کے بارے ہوتا ہے اخلاقیات یا لوگوں کے حقوق تو مومن کے لئے وہ سارا ہی دین ہے اور دونوں کی اہمیت برابر ہے جو جو کام فرض ہیں اس کا جاننا فرض ہے جو واجب ہے اس کا جاننا واجب ہے جو سنت ہے اس کا جاننا سنت ہے جو مستحب ہے اس کا علم بھی مستحب کے درجے میں ہے۔

سوال: ایک حدیث ہے علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی جانا پڑے سے کیا مراد ہے؟

جواب: پچھلے دنوں قاری صاحب نے مجھے ایک کتابچہ دیا جس میں یہ بحث تھی کہ بہت سی احادیث جو ہیں وہ درست نہیں ہیں موضوعات ہیں بنائی گئی ہیں ان میں اس حدیث کا حوالہ بھی تھا کہ اس کے دلائل نہیں ملتے لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے جو اسفار ہیں جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے انہیں ایک عالم نے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے اور بہت نایاب کتاب ہے مجھے اب اس کا نام یاد نہیں آ رہا یہ میری کمزوری ہے مجھے کتابوں کے نام اور وہ چیزیں یاد نہیں رہتیں نہ مصنف کا نام یاد ہے نہ کتاب کا حالانکہ ابھی کتاب میری میز پر پڑی ہے تو وہ لکھتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں اب سلطنت عمان ہے یہاں بہت بڑی منڈی لگا کرتی تھی جس میں ہندوستان کے اور چین کے تاجر بھی جاتے تھے اور مغرب کے لوگ بھی آتے تھے مصر و شام وغیرہ کے بھی افریقہ تک اور سارا جزیرہ نمائے عرب بھی جمع ہوتا تھا ان کے مطابق اس بات کے آثار ملتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تجارتی سفر میں وہاں تشریف لے گئے ہوں اور اہل چین سے ملاقات ہوئی ہو اہل ہند سے ملاقات ہوئی ہو اس کی دلیل وہ ایک اور واقعہ سے بھی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ حاضر ہوئے تو ان کا حلیہ اور لباس دیکھ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ لوگ تو اپنے لباس سے ہندی نظر آتے ہیں تو اس بات کو بھی وہ اپنے اس رائے کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس بازار یا اس منڈی میں کہیں ہندیوں سے ملاقات کی ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لباس دیکھ رکھے تھے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہندی نظر آتے ہیں پھر اس علاقے اور اس ملک کے حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے چین اس وقت صنعت کے اعتبار سے بہت آگے تھا ہر عہد میں صنعتی علوم جو ہوتے ہیں وہ فوقیت رکھتے ہیں چینی صنعت اس زمانے میں اپنی ریشم کی صنعت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ پائے کی تھی اور پوری دنیا میں ریشم چین سے جاتا تھا تو یہ علم جو تھا یا یہ فن جو تھا یہ چین میں تھا تو وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی استعبار نہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس چین کا حوالہ دے کر فرمادیا ہو

آگے وہ روایات کہ ملک ہند سے مجھے ٹھنڈی ہوا آتی ہے یا ہند کے متعلق پیش گوئیاں یہاں سے احیائے اسلام کی جو بات جو پیش گوئیاں ملتی ہیں ان کی بنیاد بھی وہ اس پہ رکھتے ہیں تو اس اعتبار سے اس سے مراد یہ ہوگی کو حصول علم کے

لئے ممکن محنت کی جانی چاہئے جتنا بندے کے اختیار میں ہو خواہ چین جانا پڑے سے مراد یہ ہے کہ جتنی مشقت اس کے بس میں ہو جتنی کوشش وہ کر سکے حصول کے لئے اسے کرنی چاہئے اب یہ الگ موضوع ہے کہ حدیث درست ہے یا نہیں لیکن اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ حصول علم کے لئے جس قدر سفر کرنا پڑے محنت کرنی پڑے مشقت کرنی پڑے وہ کرنی چاہئے اور اہل ایمان کو علم کو بحثیت علم لینا چاہئے اب اس کے آگے شعبے ہیں جیسے ارشاد ہے

العلم علمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ العلم دو طرح سے ہے جسے آپ کامل علم یا العلم کہیں مکمل علم اس کے دو حصے ہیں **علم الادیان و علم الابدان**۔ ادیان کے علم کو آپ نارمیٹو سائنسز کہہ سکتے ہیں یعنی وہ سائنس جو ایمانیات اخلاقیات اقدار کے بارے میں نظریات سے لے کر کردار تک جو اصول وضع کرتی ہے

اسے آپ نارمیٹو سائنس کہیں گے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الادیان کہا اور علم الابدان فزیکل سائنسز یعنی وجود کے متعلق وجود کی صحت و بیماری وجود کے بقاک اسباب وجود کے لئے گھر کا بنانا کے لئے رزق کا حصول وجود کے تعلقات شادی بیاہ وجوز کے لئے اولاد وجود کے لئے والدین وجود کے متعلقات وجود کے کاروبار جسے آپ دنیوی کہہ دیں یہ سارا علم الابدان میں آجائے گا جسے ہم دنیوی علم کہتے ہیں نا اس میں خواہ وہ میڈیکل سائنس ہو یا دوسرے سائنس علوم ہوں یا جدید تحقیقات ہوں اس سے لے کر کاشتکاری تک یا کاروبار تک یہ جو کچھ پھیلا ہوا ہے سلسلہ یہ اس ایک جامع لفظ میں آجائے گا علم الابدان میں یعنی فزیکل سائنسز کا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں مل کر علم بنتا ہے یعنی اگر آپ نے آدھا علم حاصل کیا آپ نے ساری دنیا پڑھ لی اور دین نہیں سیکھا تو اپ نے آدھا علم حاصل کیا عالم وہی ہے جس نے دین بھی سیکھا اور دنیوی علوم میں بھی اسے دسترس حاصل ہے العلم اس کے پاس ہے اور یہی مومن کی شان ہے اور اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

سوال: آج کل اعلیٰ تعلیم کا حصول مخلوط نظام میں ہی ممکن ہے ان حالات میں خواتین کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: ایک یہ ذمہ داری بنیادی طور پر ہم سب پر عائد ہوتی ہے کہ اللہ نے ہمیں آزاد ملک دیا ہے اس میں یہ نام کی اسلامی ریاست بھی ہے جو نام کی اسلامی ریاست ہے اسے ہم واقعی اسلامی ریاست بنائیں اس میں جتنے حصول علم کے ذرائع بچوں کے لئے ہوں اتنے ہی بچیوں کے لئے ہوں جتنے کاروبار کے مواقع مردوں کے لئے ہوں اتنے کاروبار کے مواقع خواتین کے لئے ہوں انسان کا حق بحثیت انسان برابر ہو وہ مرد ہے یا عورت مومن ہے یا کافر وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم بحثیت انسان انسانی حقوق میں سب برابر ہیں اسلام فرق نہیں کرتا انسانیت میں فرق نہیں کرتا جب بات عقائد کی آئے گی تو ایمان والے کا رستہ الگ ہو جائے گا کافر کا رستہ الگ ہو جائے گا لیکن اسلامی ریاست میں کافر کو اپنے کافر عقائد پر عمل کرنے سے اسلامی ریاست نہیں روک سکتی ان کے گرجے ان کے مندر ان کے معبد ان کے عبادت خانے ان کے بت خانے اور جس طرح وہ عبادت کرنا چاہتے ہیں اسے اسلامی ریاست روک نہیں سکتی یہ الگ بات ہے کہ ان کی تربیت کا ان کی تعلیم کا یا ان تک اسلام پہنچانے کا اہتمام کر سکتی ہے لیکن ماننا یا نہ ماننا یہ ان کو اللہ نے اختیار دیا ہے کوئی حکومت زبردستی کسی کو مذہب تبدیل کرنے پہ مجبور نہیں کر سکتی۔ انسانی حقوق ان کے بھی برابر ہیں زندہ رہنے کا حق انہیں بھی ہے حکومت کی طرف سے علاج معالجے پانی، بجلی، ٹیلی فون ٹیلی فون، کی سہولتیں سڑکیں اور دیگر جو سہولت حکومت اسلامی دیتی ہے وہ شہریوں کے لئے ہے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں اس کے بعد مسلمانوں کا شعبہ الگ ہو جاتا ہے مسلمان بچیوں کی تعلیم کا انتظام کیسے ہو گا غیر مسلم کا کیسے ہو گا ان کے ہاں اگر مخلوط تعلیم ان کے مذہب

کے اعتبار سے جائز ہے تو اسے آپ روک نہیں سکتے۔ آپ کے لئے اس کا کوئی جواز نہیں اور نہ ہی آپ اس کو آڑ بنا کر بچیوں کو تعلیم سے محروم کر سکتے ہیں بلکہ آپ مکلف ہوں گے اس ماحول کو اس طرح ڈھالنے کے کہ بچیوں کی الگ درس گاہیں ہوں بچیوں کے لئے الگ کاروبار کے مواقع ہوں تجارت کے مواقع ہوں سفر کرنے کے مواقع ہوں۔ تو میرے خیال میں آج سے تو غیر ملکی حکمران جو یہاں تھے آج کے حاکموں کی نسبت وہ زیادہ بہتر اہتمام کرتے تھے حکمرانوں کی ایک مجبوری ہوتی ہے کہ انہیں لوگوں کے ساتھ محبت یا تعلق نہ بھی ہو تو اپنی حکومت یا حکمرانی سے محبت ضرور ہوتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ سہولتیں ملتی رہیں تاکہ ہماری حکومت قائم رہے اس زمانے کے لوگوں کو یاد ہوگا کہ ریلوے میں خواتین کے ڈبے مختص ہوتے تھے یہ لیڈیز کمپارٹمنٹ ہے یہاں کوئی مرد نہیں جاسکتا خود ہم نے بیبیوں کے ساتھ سفر کیا تو اس میں خواتین کو ہم بٹھا دیتے تھے پھر ہر سٹیشن پر باہر سے جاکر پوچھتے تھے کہ چائے چاہئے پانی چاہئے کچھ چاہئے منگا کے دے دیا لیکن ڈبے میں کوئی مرد نہیں گھستا تھا باہر سے کوئی چیز کھڑکی سے پکڑا دی یا لے لی یا خیریت پوچھ لی ٹھیک ٹھاک ہو عورتوں کے الگ ڈبے ہوتے تھے اس طرح بچیوں کے الگ سکول ہوتے تھے جو تھوڑا بہت بھی تھا ہسپتال میں خواتین کے الگ شعبے اور الگ وارڈ ہوتے تھے خواتین ڈاکٹر رکھی جاتی تھیں خواتین کے لئے اتنا کچھ وہ غیر ملکی حکمران بھی کرتے تھے۔ جب یہ بات چل رہی تھی ہندوستان کی آزادی کی اللہ مسبب الاسباب ہے مختلف ہٹلر پیدا کرتا رہتا ہے۔

ہٹلر نے جہاں بے شمار دنیا تباہ کی اور بے شمار قتل و غارت گری کی دوسری جنگ عظیم کا سبب بنا اس کے پیچھے بھی حقائق مختلف ہیں نام ہٹلر کا آگیا لیکن اس جنگ کی ساری ذمہ داری یہودیوں پر تھی ساری تجویز اور سکیم ان کی تھی اس کے مطابق عمل ہوا اور جتنا ہٹلر کو یہودیوں کے قتل میں بدنام کیا گیا ہے اتنا قتل اس نے کیا نہیں یہ بہر حال ایک یہودی فلاسفی تھی لیکن ایک کام وہ بڑا مزے کا کر گیا انگریز کو اس نے اتنا مارا اتنا مارا کہ انگریز اس قابل نہ رہا کہ وہ ہندوستان میں یا افریقہ میں اپنی نو آبادیات پر کنٹرول رکھ سکے ورنہ انگریز آسانی سے جانے والا نہیں تھا ساری موومنٹس اپنی جگہ ساری تحریکیں اپنی جگہ لیکن انگریز کی طاقت بہت تھی کنیڈا سے لے کر افریقہ تک اور برما سے لے کر ہسپانیہ تک اس کی ریاست موجود تھی اور اسے کسی ملک میں کہیں باہر سے فوج منگوانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی مشہور تھا کہ سلطنت برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوتا اور اس کی داد دینا پڑتی ہے کہ وہ اتنا چھوٹا سا ملک ہے آپ انہیں بے ایمان کہیں آپ انہیں جھوٹا کہیں آپ انہیں ٹھگ کہیں آپ انہیں چالباز جو جی چاہے کہہ لیں لیکن انہوں نے دنیا پر اپنی حکومت قائم کر لی یہ بات تو ماننی پڑے گی چالبازی سے کر لی کر تو لی ہم ان پر جو بھی تنقید کریں برا کہیں لیکن ہم جو اپنے ملک پر اسلامی حکومت قائم نہیں کر سکتے سارے کلمے پڑھنے کے باوجود تسبیحات پڑھنے کے باوجود ساری محنت کرنے کے باوجود جب ہم اس قابل بھی نہیں کہ اپنے ملک پر اسلام نافذ کر سکیں انہوں نے تو اپنے نظریات پوری دنیا پہ پھیلا دیئے ہم کس منہ سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں یا انہیں برا کہتے ہیں ہماری تاریخ ضرور شاندار ہے مگر وہ تو بزرگ تھے جنہوں نے دنیا مسخر کی تھی ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ہم انہیں برا کہیں کیونکہ جو حال اس ملک میں' آج اس اسلامی ریاست میں ہے اس سے انگریز کے زمانے کا حال بہتر تھا یا جن لوگوں نے وہ زمانہ دیکھا ہے ان سے پوچھ لو۔ انصاف آج سے زیادہ بہتر تھا امن و امان آج سے زیادہ بہتر تھا آج کی طرح رشوت نہیں تھی آج کی طرح سفارش نہیں تھی ایک عام آدمی کے لئے آج کے آزاد ملک سے وہ غلام ملک جو تھا وہ بہتر تھا۔ جب آزادی کی بات چل رہی تھی تو برطانیہ میں ایک گول میز کانفرس ہوئی جس میں ہندوستان کے زعماء بھی شریک ہوئے مسلمان لیڈر بھی تھے

مسلمان لیڈر بھی تھے ہندو بھی تھے اس میں چرچل نے جو بوڑھا ہو چکا تھا کہا کہ ایسا نہ کرو اور ہندوستان سے تم واپس نہ آؤ میرا بڑا تجربہ ہے اور میرا خیال ہے کہ ہندوستان نے ہماری بڑی خدمت کی اور جاپان کے خلاف لڑا جرمن کے خلاف لڑا مڈل الیسٹ تک آکر ہندوستان فوجیں لڑیں برما تک جاکر یہ لوگ لڑے تو انہیں قصابوں کے سپرد نہ کرو اگر تم وہاں سے آجاؤ گے تو ان کے اپنے لوگ جنہیں تم ان پر حکمران بنا کر آؤ گے وہ ان پر بڑا ظلم کریں گے سلطنت برطانیہ کی انہوں نے جتنی خدمت کی ہے اس کا صلہ تم یہ دینا چاہتے ہو کہ انہیں قصابوں کے سپرد کردو تو یہ ان کی اسمبلی کی تاریخ میں ہے کہ سب نے کہا تھا کہ اس کا قصور نہیں ہے

Churchalr Wasa Nice Man. Butheistoo old now

کہ بہت اچھا آدمی تھا لیکن اب بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کا دماغ کام نہیں کرتا انہوں نے یہ ریمارکس پاس کیا تھا کہ چرچل بڑا بہترین آدمی تھا لیکن اب بڑھاپے نے اس سٹھیادیا دیکھو کیسی باتیں کرتا ہے لیکن بعد کی حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بوڑھا سچ کہتا تھا یعنی خود اس ملک کے لوگ جب حکمران بنے تو انہوں نے ظلم کے ریکارڈ توڑ دیئے اور اتنی بے دینی کی جرائت انگریز کے زمانے میں نہیں ہوتی تھی جتنی آج ہوتی ہے اس طرح سے رمضان کی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی جو آج ہوتی ہے اس طرح سے شیعہ سنی اور دیو بندی بریلوی فساد نہیں ہوتے تھے جو آج ہو رہے ہیں ایک ہی گاؤں میں مندر بھی تھا وہیں گردوارہ بھی تھا وہیں مسجد بھی تھی وہیں چرچ بھی تھا ہر کوئی اپنا اپنا کام کرتا رہا کوئی کسی کے ساتھ چھیڑتا نہیں تھا مسجد کے پاس سے گزرتے تو ہندو بھی خاموشی سے گزر جاتے سکھ اپنے گردورے میں پوجا کر رہے ہوتے ہندو مندر میں کر رہے ہوتے تو کوئی شرارت نہیں کرتا تھا ہر کوئی آرام سے گزر جاتا۔ گرجے والے اپنے گرجے میں محفوظ بیٹھے ہوتے تھے اس کا مطلب ہے کہ اس حکومت کا اتنا کنٹرول تو تھا ریلوے میں بلا ٹکٹ سفر کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا مجھے یاد ہے ہم سٹیشن پر کسی کو لینے چھوڑنے جاتے تھے تو بڑی احتیاط سے پلیٹ فارم ٹکٹ دو آنے کا لیتے تھے اور دو آنے جرمانہ پڑتا تھا دو آنے کا ٹکٹ لینا پڑتا تھا کہ جب پلیٹ فارم سے نکلیں گے تو بلا ٹکٹ پکڑے جائیں گے دھر لیے جائیں گے کہ کہاں سے آئے ہو پھر وہ کرایہ چارج کرتے تھے جہاں سے ٹرین آئی ہے ٹرین کراچی سے آئی ہے پنڈی پکڑے گئے تو کراچی سے پنڈی کا کرایہ پلس جرمانہ ادا کر کے جاؤ نہیں تو جیل جاؤ تو پھر ہم وہ دو آنے کا پلیٹ فارم ٹکٹ لے لیتے تھے وہ پاس ہوتا تھا واپسی پہ جمع کرا دیتے جناب میں تو ابھی یہاں سے آیا تھا آدمی کو لینے اور جارہا ہوں آپ تو ریل کیا اب تو ہوائی جہاز پہ لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور جہاں جی چاہتا ہے آتر جاتے ہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں جس کا جی چاہتا ہے روک لیتے ہیں لوٹ لیتے ہیں جس کا جی چاہتا ہے عزت لوٹ لیتے ہیں جس کا جی چاہتا ہے گولی مار دیتے ہیں کوئی کچھ رہا ہی نہیں تو یہاں ایک صرف خواتین کے حصول علم کی بات نہیں ہے یہاں تو پورے ملک کے ہر فرد و بشر کے حقوق کی بات ہے۔ اسلام جو حکم دے رہا ہے وہ اسلامی ریاست کو دے رہا ہے اپنے ماننے والوں کو دے رہا ہے مسلمانوں کو دے رہا ہے اسلام کے احکام کو اس صورت حال میں دیکھنا تو صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو ہمیں تاکید کرتے ہیں کہ ہم وہ ماحول مہیا کریں وہ سیاسی نظام مہیا کریں وہ تبدیلی لائیں کہ ان سب احکام پر عمل کیا جاسکے تو ہم اصل بات کی طرف تو آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں ایک نہ کروں تو کیا فرق پڑتا ہے دوسروں کو کرنا چاہیے چودہ کروڑ پاکستانی سب دوسروں کے سر ڈالتے ہیں۔

کسی نے شکایت کی تھی ایک مغل حکمران سے کہ جناب آپ کے اہل دربار جو ہیں ان میں اب ایک بڑا فتنہ پیدا ہو گیا وہ یہ ہے کہ ہر کوئی اپنا کام دوسرے پہ ڈال دیتا ہے اس نے کہا یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو اس نے کہا بھئی آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں اس نے اہل دربار کو حکم دیا کہ یہ جو حوض ہے دیوان خاص میں اس میں سارے درباری رات کو ایک ایک گلاس دودھ کا ڈالیں گے ایک دوسرے کی نظر بچا کر تو صبح حوض خالی تھا سب اس پر رہے کہ اس نے ڈال دیا ہو گا میں نے ایک گلاس نہ ڈالا تو کیا فرق پڑے گا کسی نے بھی نہیں ڈالا یعنی صبح اس میں کسی نے ایک گلاس بھی نہیں ڈالا ہوا تھا وہ سوا ڈیڑھ سوا چار سو جو تھے تو بھلا ہوا سے تو کوئی بتانے والا بھی تھا یہاں

تھیں اور بہت تاریخی باتیں تو جب وہ آج کے موجودہ زمانے پر پہنچے تو انہوں نے آج کا اجتماع حج کا مسلمانوں کی حاضری وہ سارا دکھا کر یہ بتایا کہ یہاں بیس لاکھ مسلمان ہر سال جمع ہوتے ہیں کم و بیش ان کا ایک اندازہ تھا پروگرام غالباً" کوئی دو چار سال پہلے کا بنا ہوا تھا اس زمانے میں بیس ہوتے تھے کوئی تین چار سال پہلے جس حج میں شامل تھا اس میں چھبیس لاکھ تھے ہر سال ایشو کرتے ہیں ایک تفصیل پرنٹ ہوتی ہے ہر حاجی کو پہنچ جاتا ہے اس میں لکھا ہوتا ہے فلاں ملک سے اتنے فلاں ملک سے اتنے فلاں ملک سے اتنے نیچے گرینڈ ٹوٹل (GRANDTOTAL) ہوتا ہے وہ پچیس لاکھ بندے جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو جب آٹھ ذوالحج کی نماز ہوتی ہے فجر کی تو وہ سارے حاجی بیت اللہ

اس ملک کے لوگ جب حکمران بنے تو انہوں نے ظلم کے ریکارڈ توڑ دیئے اور اتنی بے دینی کی جرائت انگریز کے زمانے میں نہیں ہوتی تھی جتنی آج ہوتی ہے اس طرح سے رمضان کی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی جو آج ہوتی ہے اس طرح سے شیعہ سنی اور دیو بندی بریلوی فساد نہیں ہوتے تھے جو آج ہو رہے ہیں

کوئی سمجھانے والا بھی نہیں کہ یہ چودہ کروڑ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں کہ دوسرا کر دے گا اوپر دیکھتے ہیں کہ کوئی اوپر سے آجائے گا پھر دائیں بائیں دیکھتے ہیں کہیں سے امام مہدی آجائے گا خود نہیں کریں گے اپنی ذمہ داری اپنے سر کوئی نہیں لے گا کوئی آئے امام مہدی آئے وہ ہماری جگہ مار کھائے کوئی آسمان سے ٹپک پڑے وہ مشکل اٹھائے کوئی اور آجائے تو یہ ہماری بنیادی غلط سوچ کا نتیجہ ہے۔

ٹیلی ویژن نیٹ ورک پر بیت اللہ شریف کا تعمیر کے بارے پروگرام آرہا تھا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اب تک وہ جستہ جستہ واقعات بیان کرتے جا رہے تھے اور بہت خوبصورت پروگرام تھا اور بہت علمی اور تاریخی باتیں اس میں

شریف میں پڑھتے ہیں اور پھر وہاں سے منی کو چلتے ہیں بیت اللہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ سارا صحن بھرا ہوا تہہ خانے بھرے ہوئے پہلی منزل بھری ہوئی دوسری بھری ہوئی تیسری منزل کی چھت جو ہے وہ ساری بھرنے کے بعد سات سات آٹھ آٹھ میل سڑکوں پر صفیں بن جاتی ہیں چونکہ سارے حاجی فجر وہاں ایک وقت پڑھتے ہیں وہ ایک نماز ہوتی ہے جو سارے ایک جگہ پڑھتے ہیں وہ حج کا رکن ہے وہاں سے حج کی ابتدا ہوتی ہے ورنہ کچھ مدینہ منورہ ہوتے ہیں کچھ مکہ مکرم اس طرح چلتے رہتے ہیں ۔ پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ بے شمار گاڑیاں بسیں اس کے ساتھ پرائیوٹ کاریں یہ سارے قافلے صبح وہاں سے چلیں تو آٹھ دس میل جو منی ہے وہ فاصلہ کہیں عصر کو جا کر ختم ہوتا ہے

ایک ایک انچ گاڑیاں سرکتی رہتی ہیں اس کے باوجود منی سے لے کر عرفات تک ایک سیلاب ہوتا ہے انسانوں کا جو منقطع نہیں ہوتا جو پیدل جا رہے ہوتے ہیں ایک طوفان ہوتا ہے وہ جو کہا جاتا ہے نا ایک سرے سے تھالی پھینکی جائے تو زمین پر نہیں آئے گی سروں کے اوپر اوپر سے پہنچ جائے گی اور جب تعداد گنو تو پچیس لاکھ ہے اور ہم یہاں کہتے ہیں ہماری بیس لاکھ کا اجتماع ہوا رائے ونڈ میں یا تو ہمارے لاکھ کچھ چھوٹے ہیں یا بندوں کا سائز کم ہے اور اگر واقعی ہم بیس لاکھ جمع ہوتے ہیں تو ہم بیس لاکھ دین دار لوگ احیائے دین حصول دین حصول رضائے الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں تو پھر بیس لاکھ بندہ تو کسی طرف منہ کر دے تو وہ اقتدار کیا جس چیز کو اس کا جی چاہے پلٹ دے۔ بڑی سادہ سی بات ہے۔ جس بزرگ کو آپ وہاں بٹھا کر کہتے ہیں اور بیس لاکھ بندہ رو رہا ہوتا ہے یہاں سے بھی دوست جاتے ہیں مجھے کہتے ہیں جی وہاں بڑا رونا آیا ہے میں نے کہا جی ہم تو رونے سے بیزار ہیں ہمیں رونے کی ضرورت نہیں ہے کیا ہو گا رونے سے رونا ان لوگوں کا ہوتا ہے جو کچھ کر کے آئیں جو کر ہی کچھ نہ سکیں ان کا رونا بھی بے حیائی ہے آپ بیس لاکھ بندہ بجائے رونے کے صرف تسبیحات لے کر جو پڑھ رہے ہیں وہ لے کر رائے ونڈ سے اسلام آباد کو چل پڑیں تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اگر چودہ کروڑ نہ بنے تو کم از کم دس کروڑ ہو جائیں گے اسلام آباد پہنچتے پہنچتے یہ جو راستے سے لوگ ساتھ ملتے چلے جائیں گے کون روک سکتا ہے انہیں جس بابا جی سے رو رو کر وہاں دعائیں کرا رہے ہو اسے وہاں جا کر پرائم منسٹر کی کرسی پر بٹھاؤ لو بابا جی حکم لکھو۔

بڑا فاصلہ ہے حکم دینے میں اور دعا مانگنے میں تو اگر ہم یہ سب کچھ اتنے وسائل کے باوجود نہیں کر سکتے تو ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ہم مسئلے پوچھتے پھریں جی تعلیم مخلوط ہونی چاہئے یا نہیں جو ہے ہونے دو بھائی اگر تعلیم مخلوط ہے اگر خواتین کی آبرو محفوظ نہیں ہے اگر بچیوں کے پڑھنے کے مواقع محفوظ نہیں اگر دکاندار کی دکان ہی محفوظ نہیں اگر مسافر کا راستہ محفوظ نہیں تو مکلّف کون ہے اس کا میں اور آپ پھر بے دینوں کو تو آپ تعداد سے نکال دیجئے وہ تو بے دینی کی طرف چلے گئے جو دین دار نیک اور پارسا ہیں انہوں نے کیا کیا جب کوئی کچھ نہیں کرتا تو پھر مسئلہ پوچھنے کا کیا حاصل ریاست کو اسلامی بنایئے بچیوں کے لئے تعلیم کے مواقع درست ہو جائیں گے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بچیاں شمشیر زنی نہیں سیکھتی تھیں کیا ہماری تاریخ میں موجود نہیں ہے کہ بچیوں نے میدان کارزار میں حصہ لیا کیا یہ تاریخ کا حصہ نہیں ہے کہ انہوں نے فرسٹ ایڈ کی زخموں پہ پٹی باندھی زخمیوں کو پانی پلایا کیا وہ خواتین نہیں تھیں کیا وہ مرد نہیں تھے جو میدان جنگ میں لڑ رہے تھے جنہیں وہ پانی پلاتی تھیں یہ تو ایک نظام ہے کچھ حدود ہیں سیکھنے کے کچھ آداب اور طریقے ہیں جن کے اندر رہ کر خواتین بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں میدان عمل میں اپنا کام کر سکتی ہیں سارا کچھ ہو سکتا ہے اسلام نے انسان کو انسانی حقوق دیئے ہیں انسان مرد بھی ہے انسان خاتون بھی ہے انسان مومن بھی ہے انسان کافر بھی ہے اس لئے یہ عالمگیر مذہب ہے کہ اس میں بنیادی طور پر انسانی حقوق پر بنیاد رکھی ہے محض ایک طبقے یا ایک فرقے یا ایک عقیدے کی حقوق کی بات نہیں کی اگر محض ایک فرقے یا ایک طبقے یا ایک نظریے کے حقوق کی بات کرتا پھر انسانی مذہب نہ ہوتا پھر محدود اس فرقے کا یا اس طبقے کا مذہب ہوتا تو یہ ہم پر فرض ہے اور اگر اس وجہ سے کوئی بچیاں جن میں استعداد ہے اور حصول تعلیم کے مواقع نہیں اور وہ محروم رہیں گمراہ ہوئیں تو اس کا جواب ہمیں دینا پڑے گا آپ اس پہ نہ رہیں کہ ہم نے گناہ نہیں کیے ہم سے کیا پوچھا جائے گا ہم نے کوئی چوری نہیں کی ہم نے کوئی ڈاکہ نہیں کیا ہم سے تو پوچھے جانے والی وہ باتیں بہت زیادہ ہیں جن کا ہمیں پتہ ہی نہیں اب یہ جو خواتین کے مواقع نہیں ہیں تعلیم کے یا یہ جو راستوں میں ڈاکے پڑ رہے ہیں یا یہ جو کسی کی جان مال آبرو

محفوظ نہیں یہ بھی ہم سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے اس کی فکر کی تھی کہ ملک میں اسلامی نظام قائم ہو انصاف ہو اور یہ ظلم رک جائے یہ شامل کریں نا اپنی کوتاہیوں میں تاکہ اس کا کوئی تدارک ہو سکے۔

سوال: پرندوں کے حلال اور حرام کی کیا پہچان ہے؟ بعض علماء کے نزدیک سبز طوطا حلال ہے اور بعض حرام کہتے ہیں اپنی رائے سے مستفید فرمائیں؟

جواب: ایک عام معیار پرندوں کی حلت و حرمت کا عمومی اس طرح سے ہے کہ جو پرندے حرام ہیں وہ غذا کو پنجے میں پکڑ کر کھاتے ہیں کوا چیل وغیرہ اس طرح کے جتنے پرندے ہیں انہیں کوئی چیز ذرہ بڑی مل جائے یا پاؤں کے نیچے دبا کر اسے نوچیں گے یا پنجے سے پکڑ کر کھالیں گے لیکن کوئی حلال پرندہ پنجے کے نیچے نہیں دباتا یہ فطری بات ہے مثلاً آپ یہ مرغ دیکھ لیں جو حلال ہیں یا چڑیاں تو ان کو کوئی بڑی چیز بھی مل جائے اسے چونچ سے بھبوڑتی رہیں گی لگی رہیں گی لیکن اس پر پاؤں رکھ کر نہیں کھائیں گی تو یہ ایک معیار ہے۔

یہ جو سبز طوطا ہے نا یہ سبز کی اصطلاح صحیح نہیں وہ ہریل طوطا ہوتا ہے جو حلال ہے اسے کہتے طوطا ہیں لیکن وہ ہوتا کبوتر کی قسم ہے سبز طوطا نہیں ہوتا ہریل طوطا ہوتا ہے اس کا نام ہی اردو میں ہریل طوطا ہے اور وہ بہت خوبصورت پرندہ ہے اور بہترین گوشت ہے اس کا ملنا اتنا آسان نہیں ہے ایک تو وہ انتہائی بلند درختوں پر بیٹھتا ہے اور وہ واحد پرندہ ہے جو کبھی زمین پر پاؤں نہیں رکھتا وہ غذا بھی درختوں سے لیتا ہے اور پانی بھی اڑتے ہوئے پانی پر سے پیتا ہے جہاں تک ڈسٹ لیول ہو۔ اس میں وہ نہیں آتا گرد میں نہیں آتا جب یہ موسم بہار کا آتا ہے تو آج کل ہمارا یہ جو بارڈر ہے او کاڑے سائیڈ کا ہندوستان کی طرف یہ جو وٹوؤں کا علاقہ ہے منظور وٹو اور ان وٹوں کے علاقے میں بڑے بلند درخت ہیں ان درختوں پہ بہار کے موسم میں پایا جاتا ہے شمال سے آتا ہے اسے ہریل طوطا کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا رنگ طوطے کی طرح ہوتا ہے لیکن وہ قسم کبوتر کی ہے اس کی شکل اس کی چونچ اس کے پاؤں وہ سارا کبوتر کی طرح ہوتا ہے اور وہ طوطے کی طرح پاؤں میں پکڑتا نہیں طوطے کی طرح اس کے پاؤں ہوتے نہیں وہ حلال ہے کہ وہ کبوتر ہے تو میرے خیال میں تو آپ کہتے ہیں یہ پرندے عموماً شکار کیے جا سکتے ہیں لیکن میرے خیال میں تو ہریل طوطا شکار کرنا آسان کام نہیں ہے ہمارے پاس یہ جو پاکستانی کارتوس ہیں وہ تو ان کی رینج سے اوپر بیٹھتا ہے ہاں اگر کسی کے پاس لانگ رینج کا ولایتی کارتیج ہو یا پھر وہ پوائنٹ ٹوٹو کی گن ہو تو وہ اس تک پہنچ جائے جو پاکستانی ہے وہ تو بیس گز سے آگے صرف دھواں جاتا ہے چھرے تو ادھر ہی گر جاتے ہیں ان سے تو پرندے مرنے سے رہے اور پھر ایسے پرندے وہ بہت مزے کا پرندہ ہے

شکار کے بارے میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں جس میں بہت سی غلط فہمیاں لوگوں کو ہیں علماء نے فتوے بھی دیئے ہیں اس کی حلت پر تکبیر پڑھ کے اگر جانور کو مارا جائے بغیر ذبح کے تو حلال ہے مگر یہ یاد رکھیں گولی سے مارا ہوا جانور حلال نہیں ہو گا اگرچہ علماء نے فتوے دیے ہیں لیکن میری ذاتی رائے میں چونکہ ان حضرات کو گولی کی ساخت اور اس کے استعمال اور اس کے فن کا علم نہیں تھا تو انہوں نے فتوے دے دیئے آپ اگر تیر مارتے ہیں جس کی آگے دھار ہے چونکہ حلال ہونے کے لئے کاٹنا شرط ہے آپ نیزہ مارتے ہیں اس کی دھار ہے کوئی بھی دھار کوئی بھی دھار والی چیز آپ تکبیر پڑھ کے مارتے ہیں اس سے جانور مر جائے وہ حلال ہے لیکن گولی کاٹتی نہیں گولی توڑتی ہے یہ اس طرح ہوتی ہے جیسے آپ پتھر مار کر جانور کو مار دیں تو وہ پتھر مار کر تو آپ تکبیر پڑھتے رہیں ہتھوڑے سے جانور کو مار دیں ویسے حرام ہو جائے گا گولی پتھر کی طرح ہوتی ہے صرف یہ کہ یہ طاقت سے جاتی ہے دوسری طرف نکل جاتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں کاٹتی گوشت کو ہڈی کو توڑ کے جاتی ہے توڑنے اور کاٹنے کا فرق جو ہے وہ ملحوظ رہے اگر تو

پھر یہ گولی کا مارا ہوا حلال میری سمجھ میں نہیں آتا چونکہ مجھے تجربہ ہے گولی کی ساخت کا علم ہے گولی کے زخم دیکھے ہیں تو گولی ہمیشہ توڑتی ہے کاٹتی نہیں ہے اور توڑنا جو ہے وہ تو ویسے شرعاً بھی جائز نہیں آپ کسی جانور میں وہ کلہ ٹھونک کر اوپر تکبیر پڑھتے رہیں تو حلال نہیں ہو گا اس کی گردن کو کچل کر کاٹنا چاہیں اور تکبیر پڑھتے رہیں تو کچلا ہوا تو حلال نہیں ہو گا اگرچہ گردن کٹ جائے خون بہہ جائے لیکن حلال نہیں ہو گا حلال کرنے کے لئے کاٹنا شرط ہے وہ آپ لوہے سے کاٹیں لکڑی کی دھار سے کاٹیں پتھر کی دھار سے کوئی بھی ایسی دھار ہو جو کاٹے یہ شرط نہیں کہ لوہا ہی ہو یا لکڑی ہو کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ چاقو کے ساتھ لکڑ ہونی چاہیے ان کی ضرورت نہیں ہے آپ پتھر سے ہی کاٹ دیں کسی تیز دھار سے کاٹ دیں لیکن وہ دھار تیز ہو وہ کاٹے توڑے نہیں اور ایک دلچسپ مسئلہ بھی ساتھ کہا جاتا ہے تکبیر پڑھ کے اگر مارا جائے نہ لگے تو بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے بیوی درمیان میں کہاں سے آگئی جانور کا اور بندے کا معاملہ تھا بیوی نے کیا خطا کی کہ یہ خضولیات ہیں اس کے ساتھ ایک گنجائش ہے کہ آدمی سمجھتا ہے کہ جناب میں ایسی جگہ پہ ہوں کہ اگر یہاں جانور یا پرندہ زخمی ہو گیا تو میرے پہنچنے تک وہ حرام ہو سکتا ہے تو مرنے کا خطرہ ہے تو وہ تکبیر پڑھ کے مارے اگر اس کے پہنچنے سے پہلے وہ مر گیا تو حلال ہو گا اس ہتھیار کے زخم سے جو تکبیر پڑھ کے مارا تھا اور وہ ہتھیار کاٹنے والا ہو دھار دار ہو ہاں شکاری کتے کا بھی حلال ہے جو شکار کے لئے سدھایا ہوا ہو اور آدمی مجبور وہاں تک نہ پہنچ سکے تو اس کا زخمی بھی حلال ہے یہ تو ایک عام بات ہے نا۔

دل خالی نہیں رہتا۔ آپ تجلیات اور برکات نکال دیں تو وہاں شیطان براجمان ہو جائیگا شیطان تب نکلے گا، جب وہاں نور آجائے گا۔ یا نور یا ظلمت، اللہ کا نام یا ابلیس کی طاقت۔ دو میں سے ایک دل میں مکین رہے گا۔

اخلاق ابراہیمی یہ ہے کہ جہاں اپنوں کے لیے دعا کریں۔ وہاں دوسروں کے لیے بددعا نہ کریں۔ نوع انسانی کا خدا سے بھلا چاہیں۔ ہر ایک کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے لیکن مانگنے والے لازم ہے کہ تمام لوگوں کیلئے اللہ سے کرم اور عفو و درگزر طلب کرے۔
(حضرت مولانا محمد اکرم)

خریدار متوجہ ہوں

اگر آپ کو مہینے کی پانچ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو فوراً ایک خط یا پوسٹ کارڈ کے ذریعے ہمیں اطلاع کر دیں۔ آپ کی اطلاع زیادہ سے زیادہ ۱۰ تاریخ تک ہمیں ملنے پر اگلے ماہ کی ترسیل کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیج دیا جائے گا۔
لیٹ اطلاع کی صورت میں معذرت

ایڈیٹر

سالانہ چندہ

ماہنامہ المرشد کا سالانہ چندہ مبلغ =/165 روپے ہے۔ آپ درج ذیل ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ایک سال کے لئے ممبر شپ حاصل کریں۔

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی' کالج' ٹاؤن شپ لاہور۔ 54770

دعائے مغفرت

ماسٹر رشید احمد (لاہور) کی والدہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئیں ان کے لئے سب ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔